ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
21 تا 27 جون 2001

☆ جنرل پرویز مشرف عوام کے روبرو (تجزیہ)
☆ مسئلہ کشمیر: امیر تنظیم کا حقیقت پسندانہ مؤقف (ادارتی شذرہ)
☆ انٹرنیٹ 'نیا جال لائے شکاری پرانے (مکتوب شکاگو)

عہد حاضر کی جاہلیت

موجودہ انسانی زندگی کی بنیادیں اور ضابطے جس اصل اور منبع سے ماخوذ ہیں' اس کی رُو سے اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آج ساری دنیا ''جاہلیت'' میں ڈوبی ہوئی ہے اور ''جاہلیت'' بھی اس رنگ ڈھنگ کی ہے کہ یہ حیرت انگیز مادی سہولتیں اور آسائشیں اور بلند پایہ ایجادات بھی اس کی قباحوں کو کم یا ہلکا نہیں کرسکتیں۔ اس جاہلیت کا قصر جس بنیاد پر قائم ہے' وہ ہے اس زمین پر خدا کے اقتدار اعلیٰ پر دست درازی اور حاکمیت جو الوہیت کی مخصوص صفت ہے' اس سے بغاوت۔ چنانچہ اس جاہلیت نے حاکمیت کی باگ ڈور انسان کے ہاتھ میں دے رکھی ہے اور بعض انسانوں کو بعض دوسرے انسانوں کے لئے ارباب من دون الله کا مقام دے رکھا ہے' اس سیدھی سادی اور ابتدائی صورت میں نہیں جس سے قدیم جاہلیت آشنا تھی بلکہ اس طنطنے اور دعوے کے ساتھ کہ انسانوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خود افکار و اقدار کی تخلیق کریں، شرائع و قوانین وضع کریں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لئے جو چاہیں نظام تجویز کریں۔ اور اس سلسلہ میں انہیں یہ معلوم کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے لئے کیا نظام اور لائحہ عمل تجویز کیا ہے' کیا ہدایت نازل کی ہے اور کس صورت میں نازل کی ہے۔ اور اس باغیانہ انسانی اقتدار اور بے لگام تصور حاکمیت کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ خلق اللہ ظلم و جارحیت کی چکی میں پس رہی ہے۔ چنانچہ اشتراکی نظام کے زیر سایہ انسانیت کی جو تذلیل ہوتی رہی ہے یا سرمایہ دارانہ نظاموں کے دائرے میں سرمایہ پرستی اور جوع الارضی کے عفریت نے افراد و اقوام پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑ رکھے ہیں وہ دراصل اسی بغاوت کا ایک شاخسانہ ہے' جو زمین پر خداوند تعالیٰ کے اقتدار کے مقابلے میں دکھائی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو تکریم اور شرف عطا کیا ہے' انسان اسے خود اپنے ہاتھوں پامال کر کے نتائج بد سے دوچار ہے۔

(سید قطب شہید کی تصنیف معالم فی الطریق کے اردو ترجمہ ''جادہ و منزل'' سے ایک اقتباس)

الھدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (۲۲)

﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو صلح جو لوگ ہیں (مصالحت چاہتے ہیں' اصلاح کے لئے کوشاں ہیں) توجہ سے سن لو' حقیقتاً وہی مفسد ہیں لیکن انہیں اس کا شعور نہیں ہے''۔

فساد اور امن کی حقیقت کو سمجھئے۔ اگر کہیں نظام اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں بلکہ اللہ کے خلاف بغاوت ہے' چاہے وہاں بڑا امن ہو' تو درحقیقت وہ فساد ہوگا۔ مثلاً یہ آیات مکہ میں جس وقت نازل ہوئیں اس وقت بظاہر مکے میں بڑا امن تھا۔ اگر ظلم ہو رہا تھا تو غلاموں پر تھا جسے وہ خاموشی سے سہہ رہے تھے' کوئی چیخ پکار نہیں تھی۔ اس اعتبار سے وہاں بڑا امن تھا' لیکن نظام غلط تھا' یعنی مفسدانہ نظام قائم تھا۔ اس نظام کو بدلنے کے لئے محمد رسول اللہ و الذین معہ نے جدوجہد کا آغاز کیا تو ماحول کے اندر ایک تصادم پیدا ہوا ہے۔ اس کا اگلا مرحلہ مدنی دور میں جنگ وجدال یعنی قتال کی صورت میں سامنے آتا ہے جو درحقیقت اس فساد (مفسدانہ نظام) کو ختم کرنے کے لئے کیا جا رہا تھا۔ بظاہر نظر آ رہا تھا کہ جنگ کی جا رہی ہے' خونریزی کی جا رہی ہے' لیکن حقیقت میں یہی امن ہے۔ اور وہ لوگ جو کہہ رہے تھے دیکھو لڑو بھڑو نہیں' امن سے رہو' کچھ ہماری مان لو اور کچھ اپنی منوا لو۔ تم جو جدوجہد کر رہے ہو اس میں اپنا بھی نقصان کر رہے ہو' اپنے لئے بھی مسائل اور مشکلات پیدا کر رہے ہو' اس سب کو چھوڑو اور امن کی کیفیت اختیار کرو۔ لیکن یہ پیشکش دراصل اس جدوجہد کو سبوتاژ کرنے کے لئے تھی جو اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت فی الارض کو رفع کرنے کے لئے حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کر رہے تھے۔ آج بھی اگر اللہ کے کچھ وفادار بندے ایک جماعت اور جمعیت کی شکل میں باطل کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے کھڑے ہو جائیں تو بڑے خوشنما عنوانات سے انہیں اس جدوجہد سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس جدوجہد کو روکنا حقیقت میں فساد ہوگا۔

مکی دور میں ولید بن مغیرہ کا یہی کردار تھا اور یہاں مدینے میں آ کر یہود اور ان کے زیر اثر منافقین یہ کردار ادا کر رہے تھے۔ چنانچہ جب ان سے کہا گیا کہ زمین میں فساد مت مچاؤ یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے ساتھیوں کی مخالفت مت کرو تو وہ کہنے لگے ہم تو چاہتے ہیں کہ بھائی چارے کی فضا برقرار رہے' یہ تصادم' کشاکش اور خونریزی نہ ہو' خواہ مخواہ ایک دوسرے سے کٹ جانا اچھا نہیں ہے۔ ان کے اس کردار پر قرآن کا تبصرہ یہ ہے:

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ﴾

جان رکھو یہی مفسد ہیں' لیکن حقیقت ان کے سامنے واضح نہیں ہے۔ یہ صرف موجودہ وقت کو دیکھ رہے ہیں کہ کوئی تکلیف نہ آ جائے' کوئی جھگڑا نہ ہو' ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہونے کی پوزیشن نہ ہو جائے' ایک دوسرے سے کٹ نہ جائیں اور رواداری کے انداز میں ہم سب معاشرے کے اندر مل جل کر رہیں ــــ حقیقت میں یہی فساد ہے لیکن انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ ایسے حالات میں درست طرز عمل یہ ہے کہ فساد کو رفع کرنے کی جو جدوجہد ہو رہی ہے اس کا ساتھ دیا جائے۔

فرمان نبوی

چوھدری رحمت اللہ بٹر

اسلام کی عظمت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِی الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْهَا هَیْبَةُ الْاِسْلَامِ وَ اِذَا تَرَكَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِمَتْ بَرَكَةَ الْوَحْیِ وَ اِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰهِ)) (کذا فی الدرعن الحکیم الترمذی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت دنیا کی قدر بڑھا لے گی تو اس سے اسلام کی ہیبت چھین لی جائے گی اور جب امت امر بالمعروف ونہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو وحی کی برکت سے محروم ہو جائے گی اور جب امت آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دے گی تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے گر جائے گی''۔

دنیا کی مذمت پر اور بھی کئی احادیث ہیں جن میں دنیا کی محبت دل میں بسانے سے منع کیا گیا ہے۔ دراصل دنیا کی حیثیت آخرت کی کھیتی کی مانند ہے۔ دنیا بذات خود مذموم نہیں بلکہ اس کی حد اعتدال سے بڑھی ہوئی محبت اور قدر و منزلت ہے جو مومنین کے لئے آخرت کے اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں یہی بات ارشاد فرمائی گئی ہے' لیکن افسوس آج امت کا یہی حال ہے کہ دنیا کی عظمت کو اس قدر اہمیت دی جا رہی ہے کہ یہی اصل زندگی بن گئی ہے اور ہر ایک پر دنیوی آسائشیں حاصل کرنے اور مغرب کی تقلید میں ترقی یافتہ ہونے کی دھن سوار ہے۔ اس کی وجہ سے امت دنیا کی نظروں میں ذلیل ہو گئی ہے اور اب تو مسلم امت کو بھکاری کا درجہ ملا ہوا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو دور کی بات ہے' اب تو ہوتے ہوتے امر بالمنکر اور نہی عن المعروف کی نوبت آ گئی ہے' ایسے میں وحی کی برکات کہاں سے حاصل ہوں؟ اب تو ہم بے حیائی' فحاشی اور لہو ولعب میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور نہ صرف خود کو بلکہ اپنے بچوں کو بھی اللہ کے احکامات اور نبی اکرم ﷺ کے طور طریقوں سے دور رکھنے کا بندوبست کر رہے ہیں۔ حدیث میں مذکورہ تیسرے معاملے یعنی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے میں تو آج ہم سابقہ تمام امتوں سے بازی جیت گئے ہیں کہ ایک دوسرے کو محض برا بھلا ہی نہیں کہتے بلکہ کفر تک پہنچانے سے کم پر راضی ہی نہیں ہوتے' گویا آج ہم ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰی﴾ کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ کہیں باہم مل بیٹھتے بھی ہیں تو دلوں میں کدورتیں بھری ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف بغض وعناد کا یہ عالم ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے سے بھی نہیں چوکتے حالانکہ کسی مسلمان کا قتل خود جہنم کی وعید لئے ہوئے ہے۔ آج ضرورت ~~اس امر کی~~ ہے کہ مختلف مسالک اور تحریکوں کے سربراہ ہوش کے ناخن لیں اور اپنے آپ کو ان محرومیوں سے نکالنے کی صدق دل سے کوشش کرنے والے بن جائیں۔

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 22

21 تا 27 جون 2001ء

(۲۸ ربیع الاول تا ۴ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' مرزا ندیم بیگ

نعیم اختر عدنان ' سردار اعوان

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5روپے

زرتعاون (اندرون پاکستان) :

سالانہ 225روپے' ششماہی 120روپے

سالانہ زرتعاون (بیرون پاکستان):

☆ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر

700روپے (12امریکی ڈالر)

☆سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ

900روپے (15امریکی ڈالر)

☆امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ

1400روپے (25امریکی ڈالر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

فرقان دانش خان

سودی نظام کے خاتمہ کی مدت میں توسیع اور دینی جماعتوں کی آزمائش!

سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ نے حکومت کو یکم جولائی تک سودی نظام کے خاتمہ کی جو مہلت دی تھی اس میں حکومت کی طرف سے دائر کی جانے والی اپیل پر ایک سال کی توسیع کر دی گئی ہے۔ مدت میں توسیع کا یہ فیصلہ دینی طبقات کیلئے ہی باعث تشویش نہیں' وطن عزیز کے معاشی استحکام کے حوالے سے بھی نقصان دہ ہے۔ سودی معیشت وہ منحوس نظام ہے جسے ہمارے دین ہی نے حرام قرار نہیں دیا بلکہ سابقہ شریعتوں میں بھی یہ حرام رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سودی نظام انسان کو انسان کا غلام بنانے کا نظام ہے' اس نظام کی بدولت انسانوں کی بہت بڑی اکثریت مٹھی بھر سرمایہ داروں کی غلام بن کر رہ جاتی ہے۔ اب تو حال یہ ہے کہ سودی قرضوں کے جال میں پوری پوری اقوام اور ممالک ان مالیاتی استعماری اداروں کے غلام بن چکے ہیں جو پہلے پہل آسان شرائط پر قرض دے کر انہیں اس نشے کا عادی بناتے ہیں اور جب وہ ان کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں تو پھر اپنی من مانی شرائط اور شرح سود پر قرضے جاری کرتے ہیں چنانچہ ہوتا یہ ہے کہ قومی آمدنی کا ایک بڑا حصہ ان قرضوں کے سود کی ادائیگی کی نذر ہو جاتا ہے اور ستم یہ کہ اصل زر بھی برقرار رہتا ہے اور اس پر سود در سود کا معاملہ بھی...... ان مالیاتی استعماری اداروں کی باگ ڈور یہودی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہے جو اپنے صیہونی منصوبوں کی تکمیل کی خاطر پوری دنیا کو اپنی لونڈی بنانا چاہتے ہیں' جس میں انہیں اس حد تک کامیابی حاصل ہو چکی ہے کہ اس وقت عالمی سطح پر واحد سپریم پاور امریکہ ان کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہے..... قدرت نے بنک انٹرسٹ اور کمرشل انٹرسٹ کو ربا قرار دینے کے عدالتی فیصلے کی صورت میں اس ظالمانہ نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی سعادت پاکستان کو عطا کی ہے لیکن یہودیوں کو بھلا یہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ اس نظام کے خلاف کہیں آواز اٹھے' لہٰذا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ادارے حکومت کو قرض کی نئی قسط کے لالچ' اقتدار میں دوام کے وعدہ' اور ماضی میں اپنی وفاداری کے رویہ پر حوصلہ افزائی کے ذریعے عدالتی فیصلے پر عمل درآمد سے باز رکھنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اگرچہ بات بہت معمولی نظر آتی ہے کہ ایک سال ہی کی تو بات ہے اس کے بعد حکومت کو یہ چار و ناچار نظام ختم کرنا ہوگا۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ جس طرح فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کے ذریعے دس سال تک اس معاملے کو سرد خانے کی نذر کیا گیا اسی طرح یہ صیہونی ادارے مستقبل میں بھی عدالت کے اس فیصلے کی تنفیذ میں رکاوٹ بنتے نظر آتے ہیں' جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ سودی نظام کے خاتمے کے امکانات کا جائزہ لینے کیلئے حکومت نے جو مالیاتی کمیٹی بنائی تھی اس کی رپورٹ کو شائع کرنے سے گریز کیا جا رہا ہے —— چونکہ اب آئینی و قانونی راستے سے انسداد سود کا امکان نظر نہیں آتا۔ لہٰذا قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں کیا کیا جائے؟ موجودہ صورت حال درحقیقت دینی جماعتوں کیلئے ایک بڑی آزمائش کا درجہ رکھتی ہے ان حالات میں دینی جماعتوں کے لئے اس راستے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں جس کو اختیار کرنے کا ارادہ انہوں نے گزشتہ ماہ یو بی ایل کی طرف سے نظر ثانی کی اپیل دائر کئے جانے پر کیا تھا کہ اگر حکومت نے یکم جولائی تک سودی نظام کا خاتمہ نہ کیا تو دینی جماعتیں متحد ہو کر احتجاجی تحریک چلائیں گی۔ لیکن حیرت ہے کہ غیر سودی نظام کی تنفیذ کی مدت میں ایک سال کی توسیع پر دینی جماعتوں کی طرف سے ایسا کوئی ردعمل دیکھنے میں نہیں آیا جس کا انہوں نے حال ہی میں ارادہ ظاہر کیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دینی جماعتوں کے اس عزم کی حقیقت بھی ماضی کی طرح اخباری بیانات سے زیادہ نہ تھی' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بیانات بعض دینی جماعتوں کی انتخابی مہم کا حصہ ہوں اور بلدیاتی الیکشن میں مصروفیت نے ان کے اس غبارے سے ہوا نکال دی ہو۔ بہرحال وجہ کچھ بھی ہو دینی جماعتوں نے اگر اس موقع کو ضائع کر دیا تو اپنی اس کوتاہی کے بارے میں اللہ کے ہاں جواب دہ بھی ہوں گی اور شاید انہیں اس کے ازالے کا دوبارہ موقع نہ ملے۔

مسئلہ کشمیر: امیر تنظیم اسلامی کا حقیقت پسندانہ موقف

مسئلہ کشمیر تقسیم ہندوستان کے فوراً بعد سے دونوں ممالک یعنی پاکستان اور ہندوستان کے درمیان وجہ تنازعہ ہے اور نصف صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود اس مسئلے کے حل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر پاکستان کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت کی بناء پر اسے بجا طور پر اپنی شہ رگ قرار دیتا ہے تو بھارت تمام حقائق سے آنکھیں بند کر کے اپنی روایتی ہٹ دھرمی پر قائم رہتے ہوئے اسے اپنا اٹوٹ انگ قرار دیتا ہے۔ اس صورت حال میں چونکہ کسی ایک فریق کے لئے اپنے دعوے سے دستبردار ہونا شکست تسلیم کر لینے کے مترادف ہے لہٰذا یہ معاملہ کسی صورت حل ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

بھارتی وزیراعظم کی طرف سے پاکستانی چیف ایگزیکٹو پرویز مشرف کو دورۂ بھارت کے تناظر میں چوہدری شجاعت کی طرف سے خودمختار کشمیر کے قیام کی تجویز جہاں بہت سے حلقوں میں ہلچل پیدا کرنے کا سبب بنی ہے' وہاں امریکی سفیر نے اس

(باقی صفحہ ۵ پر)

ختم نبوت کا مفہوم اور نبوت و رسالت کی تکمیل کے تدریجی مراحل

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۵ جون کے خطاب جمعہ کی تلخیص

گزشتہ خطاب جمعہ میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے عملی پہلو سے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔ آج میں ''نبوت و رسالت کا اختتام اور تکمیل'' کے موضوع پر گفتگو کروں گا۔

عقیدۂ ختم نبوت ہمارے ایمان کا لازمی جزو ہے' جو اس کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس حوالے سے ماضی میں ایک بڑا عظیم واقعہ قادیانیوں کو آئینی و قانونی سطح پر غیر مسلم قرار دینے کا پیش آ چکا ہے جو اس ملک کی سعادتوں میں سے ایک بڑی سعادت اور ملک میں آئینی سطح پر اسلامائزیشن کے عمل میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

ختم نبوت کے دو مفہوم ہیں۔ ''ختم'' کا ایک مفہوم یہ ہے کہ کوئی چیز پہلے تھی اب نہیں ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں پیسے ختم ہو گئے یا آٹا ختم ہو گیا۔ ختم کے ایک معنی کام کو مکمل کرنا

> قادیانیوں کو آئینی و قانونی سطح پر غیر مسلم قرار دینا ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے

بھی ہیں۔ مثلاً کوئی طالب علم کہتا ہے میں نے ہوم ورک ختم کر لیا تو اس سے مراد ہوتی ہے کہ کام مکمل کر لیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کا اختتام ان دونوں پہلوؤں پر محیط ہے۔ اول الذکر مفہوم کے اعتبار سے نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی و رسول ہونے کا مطلب ہے کہ آپؐ کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ختم نبوت کے اس قانونی پہلو کو مبرہن کرنے میں علمائے کرام نے حق ادا کر دیا ہے۔

اس ضمن میں بے شمار حدیثیں ہیں جن میں ختم نبوت کا بڑی صراحت سے ثبوت ملتا ہے البتہ قرآن میں صرف ایک مقام یعنی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۰ میں ختم نبوت کا تذکرہ ہے:

''(اے مسلمانو!) محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں' بلکہ وہ تو اللہ کے رسولؐ ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔''

اس آیہ مبارکہ میں اس توضیح کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ عرب میں ایک رواج تھا کہ منہ بولے بیٹے کو صلبی بیٹے کے برابر حیثیت حاصل ہو جاتی تھی۔ اس آیت کا مقصد اس رواج کا خاتمہ تھا۔ لیکن یہی واحد آیت آپؐ کی ختم نبوت پر بھی دلالت کرتی ہے۔ البتہ قرآن کے دوسرے مقامات سے آپؐ کے ختم نبوت کی دلیل اس طرح ملتی ہے کہ تمام انبیاء و رسل نے اپنے بعد آنے والی نبی یا رسول کے بارے میں اپنی قوم کو خبر دی ہے۔ جبکہ حضور ﷺ نے اپنے بعد کسی نبی یا رسول کی خبر نہیں دی۔

اسی طرح سابقہ کتب سماوی میں آپؐ کی بعثت کے بارے میں تذکرہ موجود تھا۔ انجیل میں آخری نبی فارقلیط کے بارے میں آیات موجود ہیں۔ تورات کی کتاب استثناء کے اٹھارھویں باب کی اٹھارھویں آیت میں بھی آپؐ کی بعثت کے بارے میں پیشینگوئی موجود ہے: ''اے موسیٰ میں تیرے بھائیوں میں سے تمہارے مانند ایک رسول اٹھاؤں گا جس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا۔''

اگرچہ یہودی تورات کی اس آیت کی رو سے حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم نہیں کرتے لیکن تورات کے یہ الفاظ صرف حضور اکرم ﷺ پر پورا اترتے ہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ کے بعد صاحب شریعت رسول صرف حضرت محمد ﷺ ہی ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ بھی تورات ہی کی تصدیق کرتے ہوئے تشریف لائے تھے' کوئی نئی شریعت حضرت عیسیٰؑ کو عطا نہیں ہوئی۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کو ''تورات'' پتھر کی تختیوں پر لکھی ہوئی ملی تھی جبکہ قرآن پاک حضور ﷺ کے قلب مبارک پر نازل ہوا ہے جسے آپؐ کی زبان سے صحابہؓ نے سنا۔ گویا تورات کے یہ الفاظ بھی کہ اللہ اپنا کلام اس صاحب شریعت رسول کے منہ میں ڈالے گا صرف آپؐ ہی پر صادق آتے ہیں۔ بہرحال اس دلیل سے یہ سمجھئے کہ اگر حضورؐ کے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو حضورؐ اس کے بارے میں ضرور خبر دیتے' کیونکہ ازروئے قرآن تمام انبیاء و رسل کی یہ ذمہ داری تھی۔ چونکہ حضورؐ نے اپنے بعد کسی نبی یا رسول کے آنے کی خبر نہیں دی لہٰذا یہ بات بھی سلسلہ نبوت و رسالت کے خاتمہ کی دلیل ہے۔

میرے نزدیک ختم نبوت کا دوسرا مفہوم زیادہ قابل توجہ ہے یعنی نبوت کا سلسلہ دراصل تدریجاً اپنے درجۂ کمال کو پہنچ کر ختم ہوا۔ تکمیل نبوت و رسالت ہی دراصل ختم نبوت کی عقلی دلیل بھی ہے۔ نبوت کی تکمیل سے مراد یہ ہے کہ جس طرح انسانیت مختلف اعتبارات سے ارتقائی مراحل سے گزر کر بلوغت تک پہنچی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبوت و ہدایت کو بھی ہر دور کے انسان کی ذہنی و تمدنی سطح کے مطابق تدریجی مراحل سے گزار کر حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ پر اس کی تکمیل فرما دی۔ تکمیل نبوت و رسالت اور ہدایت کے ارتقاء کے سفر نے پانچ مدارج طے کئے ہیں جو دراصل تکمیل و ختم نبوت کے عقلی مظاہر کی حیثیت رکھتے ہیں:

پہلا مظہر یہ ہے کہ جیسے جیسے انسان نے سائنسی میدان میں ترقی کی اور ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے ممکن ہو گیا کہ ایک نبی کی دعوت تمام انسانیت کے لئے کافی ہو جائے تو نبوت کی تکمیل کر دی گئی۔ چونکہ اس سے پہلے یہ ممکن نہ تھا لہٰذا ہر قوم کے لئے ایک نبی اور رسول آیا۔ حضور ﷺ پہلے اور آخری نبی آئے ہیں جو تمام بنی نوع انسان کے لئے

> نبوت و رسالت کا سلسلہ تدریجاً اپنے کمال کو پہنچ کر اختتام پذیر ہوا

رسول بنا کر بھیجے گئے۔ لہٰذا ختم نبوت اور تکمیل نبوت کا پہلا مظہر یہ ہے کہ آپؐ عالمی نبی ہیں۔

دوسرا مظہر یہ ہے کہ جب نسل انسانی کا فہم و شعور بالغ ہو گیا تو انہیں ابدالآباد کے لئے آخری اور کامل ہدایت نامہ دے دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ اس سے پہلے کتابوں کا ذمہ اللہ نے اس لئے نہیں لیا کہ پہلی کتابوں کی حفاظت کی ضرورت نہ تھی کیونکہ کامل ہدایت نامہ آنے والا تھا۔ اب چونکہ انسان' عقلی اور شعوری سطح پر اتنا بالغ ہو چکا تھا کہ اب وہ اس ہدایت نامے کی روشنی میں خود آگے چل سکتا تھا اس لئے نبوت و رسالت اور ہدایت کی تکمیل کر دی گئی۔ اس میں عقلی دلیل یہ ہے کہ جب یہ ہدایت نامہ کامل اور محفوظ ہے تو عقلی طور پر وحی یا نبوت کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

تکمیل نبوت کا تیسرا مظہر یہ ہے کہ جب سٹی سٹیٹ اور عظیم ایمپائر کی صورت میں انسان تمدنی ترقی کے کمال پر پہنچا تو ایک کامل نظام کی صورت میں دین اسلام عطا کر دیا گیا۔

حضور ﷺ پر تکمیل نبوت کا چوتھا مظہر یہ ہے کہ آپؐ

نے نہ صرف یہ کہ انسانیت کو ایک کامل عادلانہ اجتماعی نظام دیا بلکہ اسے بالفعل قائم کر کے اور چلا کر دکھا دیا اور دنیا سے منوایا کہ یہ عظیم ترین انقلاب ہے۔

پانچواں مظہر یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ عظیم ترین کارنامہ خالص انسانی سطح پر جدوجہد کر کے سرانجام دیا۔ اس جدوجہد میں پچھلی قوموں کی طرح قدم قدم پر معجزے نازل نہیں ہوئے۔ جیسے بنی اسرائیل پر منی وسلویٰ نازل ہوا' ان کے لئے بارہ چشمے جاری ہوئے یا ان پر بادل نے سایہ کیا۔ جب کہ اس کے برعکس حضور ﷺ اور صحابہؓ نے ایک کھجور اور ایک پیالہ پانی پر کئی کئی دن گزارے۔ گویا خالص انسانی سطح پر یہ کام ہوا ہے۔ البتہ اللہ کی نصرت اس مقام پر آئی ہے جب صحابہؓ نے اپنا سب کچھ لا کر حضورؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اگر کوئی دین قائم کرنے کے لئے اس سطح تک قربانی دے تو آج بھی یہ نصرت آسکتی ہے۔

حضور ﷺ کے اس عظیم کام یعنی غلبہ دین کے مشن میں معجزات سے اس لئے مدد نہیں لی گئی کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا۔ لہٰذا آپؐ نے اس کام کی خالص انسانی سطح پر تکمیل فرمائی تا کہ امت پر حجت قائم ہو جائے کہ جس طرح آپؐ نے انسانی سطح پر جدوجہد کر کے' تمام تکالیف برداشت کر کے ہر طرح کے امتحانات سے خود اور اپنے ساتھیوں کو گزار کر ۱۴۰۰ سال قبل یہ کام کر کے دکھایا ہے تو آئندہ بھی جب یہ کام ہوگا' انہی مراحل سے گزر کر ہوگا۔

حالاتِ حاضرہ

سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ کی طرف سے سودی نظام کے خاتمے کے لئے ایک سال کی مزید مہلت دیئے جانے کا معاملہ انتہائی افسوسناک اور صدمے کا مقام ہے۔ سود سے چھٹکارے کی منزل کا اس قدر قریب آ کر اس طرح دور ہو جانا فی الواقع قومی سطح پر ہماری بدقسمتی سے کم نہیں۔ البتہ یہ نئی صورت حال دینی جماعتوں کے لئے بھی ایک آزمائش ہے اور اب دینی جماعتوں کے لئے متحد ہو کر انقلاب کی راہ

دینی جماعتوں کے لئے متحد ہو کر انقلاب کی راہ اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں

اختیار کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کیونکہ ان حالات میں سودی نظام کا قانونی و آئینی راستے کے ذریعے خاتمہ بہت مشکل نظر آتا ہے۔ سودی نظام کے یکسر خاتمے کے ضمن میں حکومت کی مجبوریوں کو اگر درست تسلیم بھی کر لیا جائے تو سودی نظام کے خاتمے کا جائزہ لینے کے لئے حکومت ہی کی قائم کردہ مالیاتی کمیٹی کی رپورٹ شائع کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ لہٰذا اس کمیٹی کی رپورٹ کو فوراً منظر عام پر لایا جائے۔

کشمیر کے معاملے میں حکومت کی طرف سے لچک اختیار کرنے کی بات حقیقت پسندانہ سوچ کی آئینہ دار ہے بشرطیکہ کشمیر کا مسئلہ کچھ لو کچھ دو کے اصول پر طے کیا جائے۔ لیکن صورت حال جو رخ اختیار کرتی نظر آ رہی ہے وہ نہایت تشویشناک اور ناقابل قبول ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ گلگت اور بلتستان سمیت پورے کشمیر پر مشتمل ایک آزاد ریاست کے قیام کے اپنے پرانے ایجنڈے کو پورا کرنے پر تلا ہوا ہے تا کہ یہاں اپنے فوجی اڈے قائم کر کے چین کا گھیراؤ کر سکے۔ لہٰذا پاکستانی عوام کو اس صورت حال کے خلاف مجسم احتجاج بن جانا چاہئے۔ دوسری طرف امریکہ چین کے مسلم اکثریتی علاقے سنکیانگ میں جہادی تحریکوں کے ذریعے تحریک شروع کرانے کا شوشہ بھی چھوڑ رہا ہے تا کہ چین کو پاکستان سے دور کیا جا سکے۔ ان حالات میں پاکستانی حکومت اور عوام کو انتہائی سمجھ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے امریکہ کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے حکمت عملی تیار کرنا ہوگی۔

فلسطین میں اگرچہ اس وقت عارضی سیز فائر کی کیفیت ہے لیکن یہ مسئلہ خاموشی سے حل ہونے والا نہیں ہے بلکہ یہاں جلد ہی جنگ کی بھٹی دہکنے والی ہے۔ جس کا حل صرف امت مسلمہ کے اتحاد اور مسلمانان عالم کی طرف سے فلسطینی عوام کی زوردار حمایت میں مضمر ہے۔

بقیہ : اداریہ

تجویز میں دلچسپی ظاہر کی ہے۔ ان کی اس تجویز میں سب سے بڑی قباحت یہی ہے کہ خودمختار کشمیر کا قیام امریکہ کی دیرینہ خواہش ہے جس کے ذریعے وہ اس علاقے میں قدم جما کر چین کا گھیراؤ کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ کی اس خواہش کی تکمیل کی صورت میں پاکستان کو آزاد کشمیر کے ساتھ گلگت اور بلتستان کے علاقے سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ چنانچہ یہ صورت حال کسی طرح بھی پاکستان اور جنوبی ایشیا میں قیام امن کے حوالے سے پسندیدہ نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ مسئلہ کشمیر کے ضمن میں نہ بھارت کبھی کشمیر سے پاکستان کے حق میں دستبردار ہونے پر تیار ہوگا اور نہ پاکستان اس کے حق میں۔ البتہ بھارت کشمیر کو پاکستان کے حوالے کرنے کے مقابلے میں امریکی مفادات کو ترجیح دے سکتا ہے۔ ان حالات میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد گزشتہ کئی سالوں سے مسئلہ کشمیر کے حل کی ایک تجویز پیش کرتے آ رہے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی کا یہ موقف اس اعتبار سے حقیقت پسندانہ ہے کہ یہ دونوں ممالک کے لئے قابل قبول ہو سکتا ہے اور اس پر عمل درآمد سے کشمیر کے مسلمان عوام کی جدوجہد آزادی کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ چوہدری شجاعت کی تجویز کے بعد بعض اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ شاید امیر تنظیم کا بھی وہی موقف ہے جو چوہدری صاحب کا ہے۔ لہٰذا امیر تنظیم کی طرف سے اخبارات کو ایک وضاحتی بیان جاری کیا گیا جس میں امیر تنظیم نے مسئلہ کشمیر کے حل کے حوالے سے اپنے اس موقف کی وضاحت فرمائی ہے۔ یہ بیان اس امید کے ساتھ ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے کہ پرویز مشرف کے دورۂ بھارت کے موقع پر مسئلہ کشمیر کے حل کی کوئی صورت نکل سکے۔

امیر تنظیم نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ: ''مسئلہ کشمیر کو برعظیم کی تقسیم کے ایک نامکمل ایجنڈے کے طور پر دوطرفہ مذاکرات کے ذریعے حل کیا جانا چاہئے۔ جس کی رو سے غیر مسلم اکثریت کا علاقہ' جموں اور لداخ بھارت میں اور آزاد کشمیر اور گلگت' سکردو' بلتستان وغیرہ پاکستان میں ضم کر لئے جائیں' البتہ صرف وادی کی حد تک استصواب کرا لیا جائے جس میں اگر تھرڈ آپشن بھی شامل ہو تو ایسا کر لینا چاہئے اس لئے کہ موجودہ حالات میں اس سے بہتر کوئی حل نظر نہیں آتا۔ اس کے لئے اگر کسی دوست ملک سے مدد حاصل کی جا سکے' جیسا کہ چوہدری شجاعت حسین نے لیبیا کا نام لیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن امریکہ یا اقوام متحدہ کے کسی ایجنڈے کے تحت اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی تو میرے نزدیک' بھارت اور پاکستان میں کسی کے بھی مفاد میں نہیں ہوگا بلکہ یہ امر خالص امریکی منصوبے کی جانب پیش قدمی ہوگی جس کا نقشہ کچھ عرصہ قبل رابن رافیل نے پیش کیا تھا کہ پاکستان سے آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات بھی واپس لے کر ایک عظیم تر آزاد کشمیری ریاست قائم کی جائے۔ مزید برآں جنگ بھی اس مسئلے کا حل نہیں ہے لہٰذا میرے نزدیک اس بارے میں باہمی گفت وشنید اور بقول بھارتی آرمی چیف ''کچھ لو اور کچھ دو'' کے اصول ہی پر معاملہ کے طے ہونے کی واحد امید ہے۔''

Dear Editor,

I am delighted to see that you have started including an article in English in ***"Nida-e-Khilafat"***.

I wish that you continue this practice as a regular feature. Wish you an increase in readership!

Dr. Ghulam Murtaza
Lahore

ٹی وی پروگرام ''عوام کے روبرو'' کے حوالے سے

جنرل صاحب کی خدمت میں چند گزارشات

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

پاکستان کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے ۱۵ جون جمعۃ المبارک کو شام ساڑھے سات بجے سے دس بجے تک پاکستان ٹیلی ویژن کے پروگرام فیس دی نیشن میں شرکت کی اور شرکاء محفل کے سوالات کے جوابات دیئے۔ جنرل پرویز مشرف اس لحاظ سے مبارکباد کے مستحق ہیں کہ پاکستان کی تاریخ میں سول اور فوجی حکمرانوں میں سے آج تک کوئی یہ جرأت نہ کرسکا کہ یوں ٹیلی ویژن پر براہ راست آ کر صحافیوں اور دانشوروں کے سوالات کا سامنا کرے اور تمام قوم یہ پروگرام دیکھے۔ اس پروگرام میں شرکاء نے خاصے تیکھے سوالات کئے لیکن جنرل صاحب نے ماتھے پر بل ڈالے بغیر بڑے پُراعتماد طریقے سے تمام سوالات کے جوابات دیئے۔ اکثر محکمہ جات کے بارے میں اعداد و شمار جنرل صاحب کے حافظہ میں محفوظ تھے اور اکثر و بیشتر وہ سوال کنندہ کو اطمینان بخش جواب دینے میں کامیاب رہے۔ ہم سوال و جواب کی تفصیل بتانے سے پہلے اس انتہائی اہم اور دوررس نتائج کے حامل پروگرام کے بارے میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ پاکستان ٹیلی ویژن اس کے لئے صحیح formatبنانے میں بری طرح ناکام رہا۔ جب سوال کرنے والوں کا ایک ہجوم ہوتو جوابات سے کوئی مربوط اور جامع بات سامنے آنی مشکل ہے۔ علاوہ ازیں جب سوال کنندگان کو ایک سے زائد سوال کرنے کا موقع میسر نہیں آئے گا اور وہ جواب سے مطمئن نہ ہونے کے باوجود counter question نہیں کر سکے گا تو سامعین و حاضرین کو تشنگی محسوس ہوگی اور سوال کنندہ کسی موقع پر بھی جواب دہندہ کو کارنر نہیں کرسکتا۔

جنرل پرویز مشرف سے بھارت کے دورہ' کشمیر کے مسئلہ' نئے بلدیاتی نظام' مہنگائی' ملک کی اقتصادی صورت حال' صوبوں اور مرکز کے باہمی تعلقات' احتساب' نظریۂ پاکستان' مذہبی منافرت' پانی کے مسئلہ اور صحت خصوصاً گردے کے مریضوں کو نظر انداز کرنے اور موت کے منہ میں دھکیلنے جیسے معاملات پر سوالات ہوئے ۔ ان تمام سوالات کے جوابات کی تفصیل میں جانا بے فائدہ ہوگا۔ ہم صرف جنرل مشرف کے دورہ بھارت اور مسئلہ کشمیر کے حوالہ سے ہونے والے سوال و جواب کا ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے۔ جنرل صاحب نے اپنا دورہ بھارت کے حوالہ سے بڑی احتیاط سے کام لیا اور ایسی کوئی سخت بات کہنے سے گریز کیا جو ان کے دورے پر منفی اثر ڈالے۔ بہرحال انہوں نے واضح کیا کہ ان کے دورے کا اصل مقصد کشمیر کے دیرینہ مسئلے کا حل تلاش کرنا ہے۔ جب ان کی توجہ اس طرف دلائی

ابو الحسن

گئی کہ ماضی میں بھارت اپنے کسی خاص مطلب اور مقصد کے حصول کے لئے مذاکرات کا ڈول ڈالتا رہا ہے اور جب اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے تو مذاکرات کی بساط لپیٹ دیتا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس مرتبہ شاید ایسا نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ وہ کھلے ذہن کے ساتھ بھارت جائیں گے اور اگر بھارت نے تعاون کیا تو تاریخ بدل جائے گی۔ ہم ماضی کے تجربہ کی روشنی میں اگرچہ کسی بڑی کامیابی یا بریک تھرو کی توقع نہیں رکھتے پھر بھی جنرل صاحب کے لئے دعاگو ہیں کہ ان کا یہ دورہ حقیقتاً تاریخ ساز ثابت ہو۔ ہم جنرل صاحب کے اس موقف کی بھی بھرپور تائید کرتے ہیں کہ ہمیں لچکدار موقف اختیار کرنا چاہئے اور زمین حقائق کو مدِ نظر رکھنا چاہئے۔ لیکن یہ لچک اس طرح کی نہیں ہونی

> **جنرل صاحب اصلاح کا درست طریقہ یہ ہے کہ اپنی ذات سے شروع کی جائے**

چاہئے کہ علاقہ میں امریکی مداخلت اور چین کے گھیراؤ کے کسی منصوبے کو تقویت ملے۔ ہم ''کچھ لو کچھ دو'' کے اصول کے تحت مسئلہ کے حل کے حق میں ہیں لیکن سارا کشمیر مکمل طور پر خودمختار ہو یہ حل علاقے کے امن کے لئے شدید خطرہ پیدا کردے گا جس کے نتیجے میں جنوبی ایشیا کے وسط میں ایک نیا اور زیادہ خطرناک اسرائیل جنم لے سکتا ہے۔

جنرل صاحب سے ہم چند ایسے سوالات پوچھنا چاہیں گے جو ان سے اس فورم پر نہیں پوچھے گئے۔ ان سے ہمارا پہلا سوال یہ ہے کہ ہمارا ہر حکمران ہمیں بتاتا ہے کہ خزانہ خالی ہے' ملک بری طرح مقروض ہے اور سابق حاکم ملک کو لوٹ کر کھا گیا ہے۔ اب اقتصادی بحالی اور خوشحالی کے لئے عوام کو قربانی دینی ہوگی۔ یہ حب الوطنی کا تقاضا ہے اور ہماری مجبوری ہے کہ معیشت کی بحالی کے لئے چند ناگوار فیصلے کریں اور پھر یوٹیلٹی بلز اور دیگر محصولات قطار اندر قطار بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ بات اگرچہ صد فی صد درست ہے کہ ملکی معیشت کو مستحکم کرنا اس ملک کے عوام ہی کا فرض ہے لیکن ہمارے صدر' وزیراعظم یا چیف ایگزیکٹو' وزیر' مشیر' جج' جنرل اور ۲۱' ۲۲ گریڈ کی بیوروکریسی کس کیٹگری میں ہیں؟ حکمرانی اور رعب داب کے علاوہ ان کے فرائض بھی کچھ ہیں یا نہیں؟ ہم اپنی بات واضح کرنے کے لئے چند اعداد و شمار کا سہارا لیتے ہیں۔ گزشتہ سال کے بجٹ میں چیف ایگزیکٹو کے سیکرٹریٹ کے لئے ۵۷ کروڑ روپے سے زائد کی رقم مختص کی گئی جو ایک ریکارڈ ہے جبکہ اس میں امسال مزید اضافہ کردیا گیا ہے۔ جنرل صاحب! کیا عوام کی کفایت شعاری سے اور حضور کے سیکرٹریٹ کی شان و شوکت دوبالا کرنے سے اقتصادی بحالی کا ٹارگٹ حاصل کیا جائے گا؟ کیا ہمارے حکمرانوں کے ذمہ صرف عوام کو وعظ و نصیحت کرنا ہے؟ عوام چائے کی ایک پیالی کم پی کر زرمبادلہ بچائیں اور حکمران ایک ہی غیر ملکی دورے میں سارا حساب برابر کردیں' یہ کہاں کا انصاف ہے؟ عوام مقامی ہسپتالوں کی سنگلاخ دیواروں سے سر پھوڑیں اور نسخہ ہاتھ میں لئے میڈیکل سٹوروں کی دہلیز پر جمع پونجی لٹادیں جبکہ حکمرانوں کے لاڈلے غیر ملکی ہسپتال بک کروائیں۔ غریب کاشتکار زمین کا سینہ چیر کر گندم اور کپاس اگائیں اور پھر روٹی اور کپڑے کو ترسیں جبکہ اعلیٰ حضرات یہ سب کچھ ایکسپورٹ کر کے جرمنی کی فرم کو سپیشل مرسڈیز تیار کرنے کا حکم صادر فرمائیں۔ ہم صرف موجودہ حکومت کی بات نہیں کر رہے

بلکہ آپ سمیت ہمارے سب حکمرانوں نے عوام کو وعظ و نصیحت کی۔ ہمیں جان لینا چاہئے کہ ایک ٹن وعظ ایک تولہ عمل سے بھی ہلکا ثابت ہوتا ہے۔ جنرل صاحب! اصلاح کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ بات اپنی ''ذات'' سے شروع کی جائے۔ ایسی صورت میں وزیر، مشیر اور بیوروکریسی عافیت اسی میں ڈھونڈے گی کہ اعلیٰ ترین قیادت کی تقلید کرے۔ ہم اس معاملے میں آپ کے لئے خلفائے راشدین کی پیروی کرنا تو تقریباً ناممکن سمجھتے ہیں تاہم آپ اس بادشاہ کے طرزِ عمل ہی کو اپنانے کی کوشش کریں جس نے دوران پڑاؤ بلا معاوضہ لیموں استعمال کرنے سے انکار کر دیا تھا اور وجہ یہ پیش کی تھی کہ ایسی صورت میں میرے فوجی پورے باغ ہی کو لوٹ لیں گے۔

ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے سابقہ آقاؤں کی نقل میں پارلیمانی نظام اپنایا ہوا ہے اور صدر کے نام پر ایک شخص کو شاہی محل میں باندھ کر رکھا ہوا ہے۔ اس پر کروڑوں روپے سالانہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہم اپنے قرض خواہوں کو عالیشان محلوں میں ٹھہراتے ہیں جہاں ریشمی دبیز قالین بچھے ہوتے ہیں، کروڑوں روپے کے فانوس لٹک رہے ہوتے ہیں اور اس ماحول میں ہم ان سے قرضہ ری شیڈول کرنے کی درخواست کر رہے ہوتے ہیں۔ جنرل صاحب! ہم یہ نہیں کہتے کہ عوام بالکل راہ راست پر ہیں لیکن جب تک ہمارے حکمرانوں کے اطوار نہیں بدلتے، عوام اپنے آپ کو ہرگز ہرگز نہیں بدلیں گے۔ ہماری اقتصادی بحالی کا پہلا قدم بھی چیف ایگزیکٹو کے سیکرٹریٹ سے اٹھے گا۔

ہمارا دوسرا سوال نئے بلدیاتی نظام کے بارے میں ہے۔ آپ اور آپ کے دبنگ جرنیل نقوی صاحب بار بار زور دے کر کہہ رہے ہیں کہ ہمارا دیا ہوا نظام بعد ازاں بھی تبدیل نہیں کیا جا سکے گا۔ براہ مہربانی ہمیں کوئی ایسا طریقہ بتا دیں جس سے آپ اپنے بعد بھی اپنا نظام قائم رکھ سکیں گے۔ ایوب خاں، جنرل ضیاء الحق سب اپنے اپنے نظاموں کو اپنے ہاتھوں دفن کر گئے تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم اس نظام کو آئین کا حصہ بنا دیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اس ملک میں آئین کی اپنی جو درگت بنی ہے، وہ کیا کسی سے ڈھکی چھپی ہے۔ کوئی اسے ۱۲ صفحات کی حقیر دستاویز کہتا ہے! پھر یہ کہ اس پر بھاری بوٹوں کے اتنے نشان پڑ گئے ہیں کہ اصلی آئین نیچے دب گیا ہے۔ ہمیں اس نظام کی بقا کا غم اس لئے کھائے جا رہا ہے کہ اس نظام کے ذریعے خواتین کو زبردستی گھروں سے باہر گھسیٹ کر سیاست کے گندے کھیل میں ملوث کیا جا رہا ہے۔ جنرل صاحب! ہمارا معاشرہ ان پڑھ، جاہل اور جدید دور کے تقاضوں سے نابلد سہی لیکن یہ تو بتایئے کہ یورپ اور امریکہ جہاں خواتین کو مبینہ آزادی حاصل ہے اور جہاں کے مرد حقوق نسواں کے لئے مرے جا رہے ہیں وہاں عورتوں کی نشستوں کا کوٹہ کہاں مقرر کیا گیا ہے؟ ہم افسوس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آپ بھی یورپی معاشرے کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہیں جہاں عورت کی مادر پدر آزادی نے معاشرے کو کھوکھلا کر دیا ہے، جہاں خاوند بیوی کو اس کے دوست کی آمد سے مطلع کرتا ہے، جہاں بوڑھے والدین کو Old Homes میں یوں پھینک دیا جاتا ہے جیسے غیر ضروری اشیاء کو ردی کی ٹوکری میں پھینکا جاتا ہے۔ جنرل صاحب! اسلام نے مرد اور عورت کا الگ الگ دائرہ کار مقرر کیا ہے اور ہر دائرہ اپنے لحاظ سے انتہائی اہم ہے۔ جب وہ اپنے اپنے دائرے سے

کیا پاکستان کی اقتصادی بحالی و خوشحالی کے لئے ہمیشہ عوام ہی قربانی دیتے رہیں گے؟

نکل کر دوسرے دائرے میں گھس بیٹھیے کی حیثیت سے براجمان ہو جائیں گے تو نتیجہ وہی نکلے گا جو یورپ اور امریکہ میں نکل رہا ہے۔ ہم خواتین کے ان تمام حقوق کے زبردست علمبردار ہیں جو اسلام نے انہیں دیئے ہیں، سیاسی معاملات میں بھی ان سے مشورے کئے جا سکتے ہیں لیکن انہیں جلسوں اور ایوانوں میں اچھل کود کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ انہیں چار دیواری میں معاش کمانے کی سہولت مہیا کرنا حکومتی فرائض میں شامل ہے لیکن انہیں مختصر اور تنگ لباس کے ساتھ مسکرا مسکرا کر جہاز میں امرا اور وزرا کی خدمت کرنے پر مامور نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے قوم پر عنایت کی ہے کہ خواتین کا کوٹہ ۳۳ فیصد سے کم کر کے پچیس فیصد کر دیا ہے، براہ مہربانی ۲۵ فیصد مزید کم کر دیں تا کہ ہم یورپ کے مساوی ہو جائیں۔ جب تک یہ سیکولر نظام چل رہا ہے، اگر کسی خاتون کو گھر کی چار دیواری بہت ہی تنگ پڑ رہی ہے تو وہ میدان سیاست میں مردوں کے مقابلے میں انتخابات میں حصہ لے جیسا بے نظیر، تہمینہ دولتانہ اور عابدہ حسین وغیرہ لیتی رہتی ہیں، لیکن خواتین کو عمومی طور پر سیاست کی دلدل میں نہ پھنسائیں۔

اس پروگرام میں ایک سوال سننے کو کان ترس رہے تھے اور وہ سوال بالآخر ہوا اور ہمیں خوشی ہے کہ نامور صحافی زاہد ملک صاحب جن کا تعلق پاکستان آبزرور سے ہے، انہوں نے یہ سوال کیا کہ ''جنرل صاحب! آپ نے ہر طرح کی باتیں کیں لیکن آپ نے نظریہ پاکستان کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ اس نظریہ کی طرف پیش رفت کیا آپ کے پروگرام میں شامل نہیں؟'' جنرل صاحب اس سوال پر کچھ جھینپ گئے اور پشیمانی کے کچھ آثار ان کے چہرے پر نمودار ہوئے۔ ہمارے لئے یہ بھی غنیمت ہے کہ کاش وہ روز قیامت اپنے آپ کو پشیمانی سے بچالیں۔ بہرحال ان کا جواب تھا ''ہاں اس طرف ہم نے کوئی پیش رفت نہیں کی اور نہ اس کا ذکر ہوا ہے''۔ معلوم ہوتا تھا شاید وہ اس فریضے کو بالکل بھولے ہوئے ہیں۔ اس پر ہم اپنی طرف سے کسی قسم کا تبصرہ کرنے کی بجائے سورہ حشر کی ایک آیت کا ترجمہ پیش کرتے ہیں کہ شاید اللہ کا کلام آپ کے دل پر اثر دکھا دے۔

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو پھر اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ وہ خود اپنے آپ سے غافل ہو گئے۔ یہی لوگ تو فاسق و فاجر ہیں۔''
(سورہ الحشر: ۱۹)

بقیہ : دورۂ افغانستان

کے لئے چلتے ہیں۔ وفد کے بھی ارکان ان کی قیادت میں قدیم کابل سے گزر کر پہاڑوں کے پیٹ میں واقع ایک بہت بڑے قبرستان پہنچے جو کہ قدرے اونچائی پر ہے اور دامن میں ایک بہت بڑی جھیل ہے۔ یہاں حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں صحابہ کرامؓ اسلام کو پھیلانے اور سربلند کرنے آئے تھے جن میں تقریباً ستر کے قریب یہاں مدفون ہیں۔ یہاں سے واپسی پر ابو جبریل نے اصرار کیا کہ آپ حضرات تھوڑی دیر کے لئے میرے ڈیرے پر چلیں، میں بنگالی نوجوان مجاہدوں سے تعارف کروانا چاہتا ہوں۔ کچھ دیر امیر محترم و ساتھی ان مجاہدین کے ساتھ رہے اور انہوں نے اناروں کے رس بھرے دانوں سے ہماری تواضع کی۔ آخر میں بنگالی ساتھیوں نے روایتی افغانی پگڑی امیر محترم کے سر پر باندھی۔ یہاں سے فارغ ہو کر ہوٹل پہنچے تو کھانا تیار تھا۔ نماز کے بعد حکم تھا کہ قندھار واپسی کے لئے تیار رہیں۔ ساتھی اپنے سامان کو تیار کرنے کے بعد استقبالیہ پر ہی آ کر بیٹھ گئے اور باہر بارش کا نظارہ کرنے لگے۔ ہمارے بائیں طرف ایک خوبصورت جوان کھڑا تھا۔ زین العابدین صاحب نے اس سے تعارف حاصل کیا تو پتہ چلا کہ موصوف افغانی ہیں اور جب روس یہاں آ گیا تو یہ ۱۹۷۹ء میں امریکہ چلے گئے۔ وہاں اکاؤنٹس کے پیشے سے منسلک رہے۔ اور ایک وفد لے کر آئے ہیں اور طالبان حکومت سے ایک اسلامی بنک قائم کرنے کی اجازت حاصل کر لی ہے جس پر اب کام کر رہے ہیں۔ فی الحال آریانا ہوٹل ہی میں قیام ہے، جلد خاندان کو واپس منتقل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

موسم کی خرابی کی وجہ سے ہمیں مزید انتظار کرنا ہے لیکن امید یہی ہے کہ ہم ان شاء اللہ آج قندھار چلے جائیں گے کیونکہ امیر محترم اور وفد کی خواہش ہے کہ کل جمعہ کی نماز ملا عمر صاحب کی امامت میں ادا کی جائے۔ (جاری ہے)

انتخابی سیاست' جماعت اسلامی اور "قراردادِ توبہ"

دھاندلی' جعل سازی اور زور آوری سے حاصل کئے گئے نتائج سے بھرپور بلدیاتی الیکشنوں کا تیسرا مرحلہ "بخیر و خوبی" سرانجام پاچکا ہے۔ درج بالا تمام انتخابی قباحتوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والے نتائج کے مطابق پیپلز پارٹی کا پلڑا بھاری رہا۔ اس کی اور کوئی وجہ نہیں' سوائے اس کے کہ اس مرتبہ پیپلز پارٹی کی باری تھی۔ طے شدہ فارمولے کے مطابق دوسرا نمبر مسلم لیگ کا تھا۔ تیسری طاقت ہونے کے دعویداروں میں جماعت اسلامی' تحریک انصاف اور ملت پارٹی کا وہی حشر ہوا جو پچھلی مرتبہ طاہر القادری کی پاکستان عوامی تحریک کے ساتھ ہوا تھا۔

اس صورتحال میں جبکہ پیپلز پارٹی کی سربراہ کو پہلی مرتبہ عالمی سطح پر کرپٹ سیاستدان کے طور پر تسلیم کیا جانے لگا ہے' ان کا شوہر وزیر اعظم ہاؤس سے سیدھا جیل جانے کا ریکارڈ بہتر کر چکا ہے' وہ خود ملک سے مفرور اور اعلیٰ عدالتوں سے سزا یافتہ ہیں' ملک کے عوام کی اکثریت ان کی کرپشن اور لوٹ مار پر یقین رکھتی ہے' ان کے غیر ملکی بینکوں میں اکاؤنٹ اور مغربی ممالک میں خریدی گئی قیمتی جائیداد کے قصے عالمی پریس میں نمایاں مقام حاصل کر چکے ہیں اور بجلی پیدا کرنے والی غیر ملکی کمپنیوں سے رشوت لے کر عوام اور واپڈا کا بیڑہ غرق کرنے جیسے معاملات طشت ازبام ہو چکے ہیں' پیپلز پارٹی کی حالیہ کامیابی موجودہ انتخابی سیاست کے دیوالیہ پن کا واضح ثبوت ہے۔

پچھلے ڈیڑھ عشرے سے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے مابین ہونے والی سیاسی اور انتخابی نورا کشتی یہ ثابت کرتی ہے کہ موجودہ انتخابی سیاست کے ہوتے ہوئے کسی تیسرے فریق خواہ وہ قاضی حسین احمد کی جماعت اسلامی ہو' عمران خان کی تحریک انصاف ہو یا فاروق لغاری کی ملت پارٹی ہو' کی گنجائش نہیں ہے۔

فاروق لغاری کی ملت پارٹی کا صرف اس لئے تذکرہ کر دیا کہ فاروق لغاری صاحب خود اس بارے میں پُریقین ہیں کہ پیپلز پارٹی کا ایک بڑا حصہ ان کی اصول پسندی اور "ایمانداری" کی وجہ سے ان کا ساتھ دے گا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ملت پارٹی میں سے محمد علی درانی کو نکال دیں تو ملت پارٹی کا وہی حال ہو جائے گا جو کسی گاڑی میں سے انجن نکال لیا جائے تو ہوتا ہے۔

اس سارے انتخابی ٹوپی ڈرامے نے اور کچھ کیا ہو یا نہ کیا ہو' جماعت اسلامی کے انتخابی شوق کے غبارے میں سے ایک مرتبہ پھر ہوا نکال دی ہے اور حقیقی صورتحال تو یہ ہے کہ دونوں بڑی جماعتوں کے سربراہوں کے ملک سے بھاگ جانے اور دونوں جماعتوں کے کرپٹ ہونے کے ناقابل تردید شواہد کے باوجود اگر جماعت اسلامی انتخابی سیاست میں کچھ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی' تو جماعت اسلامی کے اکابرین کو ایک بار پھر ۱۹۵۶ء میں جا کر سوچنا ہو گا اور ۱۹۵۷ء کے ماچھی گوٹھ کے اجتماع کے نتائج پر دوبارہ غور کرنا ہو گا۔

فروری ۱۹۵۷ء میں ماچھی گوٹھ میں ہونے والا اجتماع دراصل ۱۹۵۶ء میں پیش کی جانے والی جائزہ کمیٹی کی رپورٹ اور اس کے خلاف مولانا مودودی کی چارج شیٹ

خالد مسعود خان

اور پھر اس چارج شیٹ کے حوالے سے مولانا امین احسن اصلاحی کی جانب سے جائزہ کمیٹی کے دفاع سے پیدا ہونے والی صورتحال پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ اس میں بنیادی نکتہ یہ تھا کہ جماعت اسلامی کو انتخابی سیاست میں حصہ لینا چاہئے یا نہیں۔ اجتماعی قومی مزاج اور رائج الوقت انتخابی سیاست کو مدنظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ ۱۹۵۷ء میں وہ لوگ جو جماعت اسلامی کے انتخابی سیاست میں حصہ لینے کے خلاف تھے اور ان کی قیادت مفسر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی فرما رہے تھے' درست تھے۔

ماچھی گوٹھ کے اجتماع کے چودہ سال بعد ۱۹۷۱ء کے انتخابی نتائج نے وہ موقف درست ثابت کر دیا جو ۱۹۵۷ء میں مولانا امین احسن اصلاحی کا تھا اور اس اجتماع میں جماعت اسلامی کے اکابرین نے فیصلہ انتخابی سیاست کے حق میں دے دیا۔ نتیجتاً مولانا امین احسن اصلاحی' مولانا عبدالجبار غازی' ڈاکٹر اسرار احمد' شیخ سلطان احمد' سعید ملک اور کلیم عبدالرحیم اشرف کے علاوہ دیگر کئی اصحاب نے جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ۱۹۷۱ء کے انتخابات کے بعد مولانا مودودی جماعت اسلامی کی مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کے لئے بطور خاص تشریف لائے اور اپنی حتمی رائے پیش کی کہ ۷۰ء کے انتخابات کے نتائج سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ اس ملک میں انتخابات کے ذریعے نظام اسلامی کا قیام ناممکن ہے۔

مولانا مودودی کی اس رائے کے جواب میں جب میاں طفیل محمد سمیت شوریٰ کے بہت سے ارکان بالخصوص جماعت اسلامی میں اسلامی جمعیت طلبہ کے راستے سے آنے والے نوجوانوں نے "انتخابی طریق کار" کی مدافعت کی اور اس کے حق میں دلائل دینے شروع کئے تو مولانا نے زچ ہو کر فرمایا "یہ ساری دلیلیں میں نے ہی آپ لوگوں کو سکھائی تھیں۔ تاہم میں اب جس نتیجے تک پہنچ گیا ہوں' اسے میں نے آپ لوگوں تک پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ آگے آپ لوگ جانیں اور آپ کا کام!"

شنید تو یہ بھی ہے کہ مولانا مودودی نے ۱۹۷۰ء کے انتخابی نتائج کے بعد اپنے ۵۷۔۱۹۵۶ء والے موقف سے دستبرداری کا ارادہ اس طرح کیا کہ وہ اپنے سابقہ موقف کے خلاف نہ صرف خود مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں اظہار کر کے آئے' بلکہ اس سلسلے میں باقاعدہ "قرارداد توبہ" کے بارے میں بھی سوچا۔ مولانا مودودی کا ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد کا رویہ اس بات کو تقویت پہنچاتا ہے کہ مولانا مودودی اپنے ۱۹۵۷ء کے موقف کے ازالے کے لئے تیار تھے کہ بڑے لوگ ہی اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور مولانا مودودی یقیناً بہت بڑے آدمی تھے۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات سے لے کر "پاکستان اسلامک فرنٹ" کے نام سے الیکشن لڑنے اور اب آخری سطح کے بلدیاتی انتخابات میں روز بروز نیچے جاتے ہوئے گراف کو دیکھ کر جماعت اسلامی کو اب یہ سوچنا ہو گا کہ اس نے دعوت وانقلاب کا راستہ اختیار کرنا ہے یا انتخابی سیاست کا لاحاصل اور بیکار راستہ!

اگر "قرارداد توبہ" کا ۱۹۷۱ء میں کوئی وجود نہیں بھی تھا' تو آج اس کی اشد ضرورت ہے کہ یہ کام اگر قاضی حسین احمد جیسا انقلابی امیر نہ کر سکا تو شاید پھر کبھی بھی نہ ہو سکے۔ اگر اب بھی "قرارداد توبہ" پیش کر دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ غلطیوں سے سابق حاصل کرنا عقلمندوں کا شیوہ ہے اور اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنا بڑے لوگوں کا کام ہے۔

(بشکریہ روزنامہ "خبریں" 17 جون 2001ء)

ضرورت رشتہ

ایک سید' سنی' اردو سپیکنگ' باپردہ گھرانے کے ۳۱/۳۲ سالہ انٹر پاس نوجوان کے لئے جو پرائیویٹ ادارہ میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہے' رشتہ درکار ہے۔ اردو سپیکنگ فیملیز رجوع کریں۔

"ش" اویس بک سینٹر منصورہ ملتان روڈ لاہور

انٹرنیشنل خلافت کانفرنس

کی ویڈیو سی ڈی (VCD) تیار ہو گئی ہے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن

36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 5869501-03

انٹرنیٹ: نیا جال لائے شکاری پرانے

رعنا ہاشم خان

بلاشبہ انٹرنیٹ اس وقت واضح طور پر ہماری روزمرہ کی معاشرت' معاش اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس کے باوجود انٹرنیٹ کے ان منفی اثرات سے قطعی انکار نہیں کیا جا سکتا جو ہمارے گھر' تدریسی اداروں' روزگار' نصب العین اور سب سے بڑی ہماری نوجوان نسل پر مرتب ہو رہے ہیں۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں کمپیوٹر/ انٹرنیٹ کوئی اتنی اہم چیز نہیں تھی جتنی کہ آج ہے۔ اس وقت یہ عام لوگوں کی دسترس سے دور صرف بڑی بڑی کمپنیوں اور عسکری اداروں کے زیر استعمال ایک نئی ٹیکنالوجی کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن ۱۹۹۰ء سے ذرا پہلے یہ ٹیکنالوجی سیلاب کی مانند بند توڑتی ہوئی عوام الناس میں جا گھسی اور یوں ایک نئی طبی اصطلاح کا اضافہ ہوا' یعنی "Internet Addiction"۔

> کوئی ٹیکنالوجی اس وقت تک افادیت کی حامل نہیں ہو سکتی' جب تک وہ بلند اخلاقی اقدار کے ساتھ یکجا نہ ہو۔

چند صدی پیشتر جب ٹیکنالوجی صرف طفل مکتب ہوا کرتی تھی اور موجد تعلیم' ٹیکنالوجی اور کلچر میں انقلاب لانے کے دعوے اور وعدے کیا کرتے تھے اس وقت ٹیکنالوجی کا مطلب ٹیلی ویژن ہوا کرتا تھا جبکہ آج انٹرنیٹ کی گولڈن ایج میں ٹیلی ویژن کو "Idiot Box" کا نام دے دیا گیا ہے۔ جو لوگ اس وقت انٹرنیٹ کو اعلیٰ تعلیم' ذہانت کے حصول اور دنیا میں بہترین انقلاب کی ضمانت قرار دے رہے ہیں وہ "Idiot Box" کے تجربے سے سبق حاصل کریں۔ مار دھاڑ' ایکشن اور تشدد سے بھرپور پروگرام دکھا دکھا کر ٹی وی نے انسان کو احساسات سے اس قدر عاری کر دیا ہے کہ اب اصل زندگی میں دکھ' تکلیف اور بے انصافی ہوتی دیکھ کر آج کا معاشرہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ انٹرنیٹ اور ٹی وی کے درمیان ایک اور ٹیکنالوجی نے ہماری معاشرت میں آکٹوپس کی طرح پنجے گاڑے تھے جس کے اثرات اب بھی جاری و ساری ہیں اور جس کو ہم سب ویڈیو گیمز کے نام سے جانتے ہیں۔ چونکہ ویڈیو گیمز صفر کے برابر تعلیمی اہلیت رکھتی ہیں لہٰذا بچوں نے سوائے اپنی اقدار کی تباہی' تشدد' کھیلوں میں مگن رہنے اور پڑھائی سے دور بھاگنے کے اس ٹیکنالوجی سے اور کچھ نہیں سیکھا۔ آج انٹرنیٹ بھی یہی فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ ۱۹۹۴ اور ۱۹۹۵ کے درمیان انٹرنیٹ پر حکومتی اور علمی قسم کی ویب سائٹس کی بھرمار تھی۔ ۱۹۹۵ء سے ۱۹۹۶ء تک انٹرنیٹ پر ایڈورٹائزنگ کے لئے بھی انتہائی سختی سے کام لیا جاتا تھا۔ آج انٹرنیٹ پر ایڈورٹائزنگ پر کسی پابندی کی غیر موجودگی میں ہر طرح کی اشیاء کی فروخت جاری ہے۔ ویب سائٹس ایسی ایسی کہ قلم بھی لکھنے سے انکار کر دے۔ ''تفریح'' ٹی وی اور انٹرنیٹ کی ایسی اصطلاح ہے جس میں تعلیم' کھیل کود' موسیقی اور کلچر کے نام پر تباہی و بربادی کا مکسچر گھول کر نوجوان نسل کے کچے ذہنوں کی آبیاری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس آبیاری کے اثرات آج ہم اپنے چاروں طرف دیکھ سکتے ہیں۔ یقیناً آج کا انٹرنیٹ ''اکیسویں صدی کا ٹیلی ویژن'' کہلانے کا مستحق ہے لیکن بے راہ روی کے میدان میں یہ ٹیلی ویژن کو بھی پیچھے چھوڑ جائے گا۔

انٹرنیٹ کے "accept/cancel",yes/no, Click/ no click" جیسے آپشنز آپ کے mouse کے اسی طرح محتاج ہیں جیسے ٹیلی ویژن میں next channel/previous channel" جیسے فیصلے ریموٹ کنٹرول کے مرہون منت ہوتے ہیں۔ لیکن اس یکسانیت کے باوجود انٹرنیٹ' ٹی وی سے زیادہ بڑی تباہی کی طرف گامزن ہے۔ ایک انٹرنیٹ محقق کی حالیہ رپورٹ کے مطابق: ''انٹرنیٹ اس وقت ایک ایسا نشہ بن چکا ہے جو الکحل اور منشیات سے زیادہ طاقتور ہے' بلکہ ان سے زیادہ مہلک بھی ہے۔ لوگ اب اپنے ٹیلی فون کی آنسرنگ مشین بعد میں سنتے ہیں' پہلے ای میل کھولی جاتی ہے''۔ اگر یہی حال رہا تو لوگ گھروں میں لینڈ سکیپ کی بجائے نیٹ سکیپ کو ترجیح دیں گے اور بچے اپنا ہوم ورک HTML میں کوڈ کر کے استادوں کو اپنا URL بتا دیا کریں گے۔

پوری دنیا میں اس وقت سب سے زیادہ کمپیوٹر امریکہ میں استعمال کئے جا رہے ہیں۔ شمالی امریکہ میں پچھلے دو سالوں کے دوران انٹرنیٹ پر خواتین کی تعداد مردوں سے بڑھ چکی ہے اور اس وقت ۵۲ فیصد خواتین انٹرنیٹ استعمال کر رہی ہیں۔ افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں مردوں کے مقابلے میں بہت کم خواتین انٹرنیٹ سے دلچسپی رکھتی ہیں۔ مجموعی طور پر پوری دنیا میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں میں اکثریت ایسے مردوں کی ہے جو ۳۵ سال سے کم عمر' کسی یونیورسٹی کے ڈگری یافتہ اور انگریزی پر عبور رکھنے والے ہیں۔ بنگلہ دیش میں ایک عام بنگلہ دیشی کے کمپیوٹر پر جو لاگت آتی ہے وہ اس کی آٹھ سال کی تنخواہ کے برابر ہوتی ہے جو ایک عام امریکی کی ایک ماہ کی تنخواہ بنتی ہے۔ چونکہ ۸۰ فیصد ویب سائٹس انگریزی میں ہیں لہٰذا بھارت میں جہاں ۴۸ فیصد لوگ تعلیم سے محروم ہیں' عام لوگوں تک جدید ٹیکنالوجی پہنچانے کے لئے بھارتی انجینئرز نے Simputer یعنی Simple Computer بنایا ہے۔ چونکہ بھارت کو چند مرتبہ اتفاقاً مس ورلڈ کراؤن جیتنے کا موقع میسر آ گیا ہے اور یوں وہ خود کو بیوٹی سپر پاور سمجھ بیٹھا ہے اسی لئے اب اس کا کہنا ہے کہ بطور آئی ٹی سپر پاور ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ آئی ٹی کو اکثر و بیشتر بھولے بھارتی ''انڈین ٹیکنالوجی'' کہہ کر خوش ہو لیتے ہیں۔

> ٹی وی نے انسان کو احساسات سے اس قدر عاری کر دیا ہے کہ وہ اب اصل زندگی کے دکھ' تکلیف اور ناانصافی پر ٹس سے مس نہیں ہوتا

امریکہ میں اس وقت ۹۷ ملین گھرانے انٹرنیٹ کی سہولت رکھتے ہیں۔ یہاں آباد پاکستانی نوجوان نسل کی اکثریت انٹرنیٹ کے آزادانہ استعمال میں مشغول ہے۔ ۹۷ ملین گھرانوں میں سے ۴۷ فیصد اپنے بچوں کو انٹرنیٹ تک رسائی دیتے ہیں۔ صرف ۲۰ فیصد اپنے بچوں کی آن لائن مصروفیات کو کنٹرول کرنے کے لئے parental control devices سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ۱۱ سے ۱۸ سال تک کی عمر کے بچوں کے اکثر والدین یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے بچوں کو انٹرنیٹ نے ٹی وی سے زیادہ مسحور کر رکھا ہے۔ ۱۵ سے ۱۶ سال کی عمر والے بچوں کے والدین میں سے صرف ۵ فیصد اپنے بچوں کی ہر کلک پر نظر رکھتے ہیں۔ انٹرنیٹ کی سہولت رکھنے والے ۱۴ فیصد بچوں کی عمریں ۵ سال یا اس سے بھی کم ہیں۔ ۱۱ سے ۱۶ سال تک کی عمر کے تقریباً ۵۵ فیصد بچے اپنے ہوم ورک میں انٹرنیٹ سے مدد لیتے ہیں۔ نوجوانوں اور بچوں میں palm Os` Windows CE اور pocket pc کا استعمال جنون بنتا جا رہا ہے۔ نوجوانوں کی اکثریت یہ کہتی نظر آتی ہے کہ ہماری لکھنے کی صلاحیت متاثر ہو چکی ہے۔ word processor' کی بورڈ اور سکرین نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں پر منفی اثر ڈالا ہے۔ یقیناً یہ کوئی

نہیں چاہے گا کہ لوگ 50000-peso machine سامنے رکھے بغیر سوچ ہی نہ سکیں۔ Radiation Sources ہی کو لے لیں‘ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ آنکھوں پر کتنے فیصد اثر انداز ہو رہی ہے لیکن عام مشاہدہ ہے کہ کئی کئی گھنٹے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے رہنے والے لوگ موٹے موٹے عدسوں کی عینک پہنتے ہیں جس کے بغیر وہ بالکل نہیں دیکھ پاتے ہیں۔ اسی بات کو مدنظر رکھ کر والدین نے حکومت سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ چھوٹی جماعتوں میں کمپیوٹر کو ختم کر دیا جائے جبکہ ہائی سکول کے بچوں کو صرف ایک گھنٹہ کمپیوٹر استعمال کرایا جائے۔

انٹرنیٹ کے ذریعے نوجوانوں کے ساتھ ساتھ حضرات وخواتین کی ایک بڑی تعداد بھی بے مقصدیت اور بے راہ روی کی طرف گامزن ہے۔ ایک ٹی وی چینل کے سروے کے مطابق ۳۰ فیصد سے زائد لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اپنے منفی خیالات و احساسات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے انٹرنیٹ کا سہارا لیتے ہیں یعنی آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک جاتے ہیں۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اعتراف کیا ہے کہ وہ انٹرنیٹ پر اپنے قیمتی وقت کا ایک بڑا حصہ ضائع کر دیتے ہیں۔ انٹرنیٹ گھروں‘ دفتروں اور تعلیمی اداروں میں ایک روز بروز بڑھتی ہوئی مصیبت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ اس وقت کئی پاکستانی گھرانوں کے بچے انٹرنیٹ کے ذریعہ جوا‘ سٹہ اور انٹرنیٹ افیئرز میں مبتلا ہیں۔ ایک آزاد معاشرے میں انٹرنیٹ کا بے باکانہ استعمال تقریباً روز ہی کسی نہ کسی گھر میں ایک نئی کہانی کو جنم دے رہا ہے۔

انٹرنیٹ پر نمبر ون venue جو تمام جرائم کی جڑ ہے چاہے وہ بچوں سے متعلق ہوں یا بڑوں سے‘ chat room ہے۔ انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں میں سے ایک تہائی افراد صرف Chat rooms میں پائے جاتے ہیں۔ تقریباً ہر شوق سے متعلق chat rooms موجود ہیں جو دنیا بھر سے تعلق رکھنے والے تمام مکتبہ ہائے فکر کے لوگوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ یہاں موجود لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جو چیز سب سے زیادہ کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے سے کسی طرح ملاقات ہے۔ جرائم پیشہ افراد بچوں اور بڑوں کو باقاعدہ ایئر لائن کے ٹکٹ بھیج کر بلواتے ہیں یا خود ملنے آتے ہیں اور یوں ایک نیا جرم وقوع پذیر ہوتا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے روز بروز بڑھتے ہوئے جرائم کے پیش نظر اب امریکی شہریوں اور چرچ نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ انٹرنیٹ‘ موسیقی‘ نسلی تعصب اور اسلحہ پر کنٹرول لازمی ہے کیونکہ یہ بے راہ روی کی طرف لے جانے والے ماڈرن ہتھیار ہیں۔ فحش نگاری (Pornography)‘ تشدد اور الحاد سے بھرپور انٹرنیٹ برین فوڈ بننے کے بجائے ”برین فول“ بنانے کا باعث ہے۔ Parental control پروگرامز مہیا ہونے کے باوجود ہائی ٹیک دنیا میں سانس لینے والے بچے دوسرے کئی طریقوں سے ویب سائٹس تک پہنچ جاتے ہیں۔ اب یہ حکام اور متعلقہ اداروں کا کام ہے کہ انٹرنیٹ کو فلٹر کیا جائے‘ کیونکہ اگر گھروں میں پابندیاں ہوں بھی تو لائبریری اور سکولوں میں تو انٹرنیٹ موجود ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں ”انٹرنیٹ سیفٹی“ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ 3P یعنی Pornography‘ Pedophilia اور Predators کے علاوہ بڑوں کے لئے بھی adult stalking‘ قتل اور دیگر کئی گھناؤنے منصوبے Chattings میں پروان چڑھائے جاتے ہیں۔ ماہرین نفسیات کے مطابق آج کی انسانیت کو وعدہ خلافی‘ جھوٹ‘

انٹرنیٹ بے مقصدیت اور بے راہ روی میں ٹی وی پر بازی لے گیا ہے

ناروا سلوک روا رکھنا‘ ذمہ داریوں کو پس پشت ڈالنا‘ دوہری شخصیت اور ڈپریشن انٹرنیٹ سے تحفتاً ملے ہیں۔

کوئی بھی ٹیکنالوجی اس وقت تک ہرگز افادیت کی حامل نہیں ہوسکتی جب تک وہ بلند اخلاقی اقدار کے ساتھ یکجا نہ ہو۔ جس طرح مکڑی اپنے جال میں مکھی کو پھنسا لیتی ہے اسی طرح Web اپنے اندر ہم کو پھنسا کر غافل کر رہا ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ مکھی جب شکار ہوتی ہے تو وہ اذیت محسوس کرتی ہے لیکن World Wide Web کا شکار ہونے والے لذت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہی شکاری کا مقصد بھی ہے۔ ایک مرتبہ جب آپ ویب ٹو ویب گھومنا شروع کر دیں تو اپنے ماحول اور فرائض سے کترانا اور بالآخر انہیں بھولنا بھی شروع کر دیتے ہیں۔ حقیقت سے نظریں چرا کر ہم انٹرنیٹ کی جس دنیا میں گم جاتے ہیں‘ فی الواقع حقیقت (Virtual Reality) ہے‘ جہاں ہر فریب پر حقیقت کا گمان ہے۔ لہٰذا connect ہونے سے پہلے سوچ لیں کہ کہیں اللہ سے Disconnect نہ ہو جائیں۔

کیا آپ کسی اجنبی شخص کو اپنی بچی سے بات کرتا دیکھ کر مطمئن رہ سکتے ہیں؟ یا آپ اپنے بچے کو گلیوں میں نکل کر اجنبی لوگوں سے راہ و رسم بڑھاتا دیکھ کر خاموشی اختیار کر سکتے ہیں؟ یقیناً ہرگز نہیں! یقین کیجئے انٹرنیٹ پر یہ تمام ”سہولیات“ گھر بیٹھے فراہم کی جا رہی ہیں۔ آج شیطان اور اس کے پیروکار ہمیں ہمارے گھروں میں گھس کر تباہ کر رہے ہیں۔ ٹیکنالوجی حاصل ہو جانے کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا کہ اس کے نقصانات سے پہلوتہی اختیار کر کے بربادی کو منزل مقصود بنا لیا جائے۔ غیر اخلاقی تصاویر‘ بے ہودہ موسیقی‘ لچر فلموں سے بھرپور ویب سائٹس اور سونے پر سہاگہ Desi Hood جیسے ای گروپ جو بھارتی اور پاکستانی لڑکے لڑکیوں پر مشتمل ہیں۔ پاکستان میں بھی Yahoo chatt rooms,ICQ.MIRC اور Aol Instant Messenger کا انتہائی فراخدلی کے ساتھ استعمال جاری ہے۔

کیا ہم کبھی سوچ سکتے ہیں کہ ڈاکیہ ہمارے خط پڑھتا ہوگا؟ ظاہری بات ہے کہ نہیں! لیکن ای میل اور انٹرنیٹ کمیونیکیشن ڈھکی چھپی نہیں رہتیں۔ لہٰذا جب آن لائن جائیں تو یہ ضرور سوچ لیں کہ آسمان میں اللہ تعالیٰ تو ہمارے اس فعل سے باخبر ہے ہی لیکن زمین پر بھی کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی ہمیں مانیٹر کر رہا ہے‘ اور ہم انفارمیشن ہائی وے پر تنہا سفر نہیں کر رہے۔ اسلام ٹیکنالوجی یا جدید ایجادات سے دور جانے کا سبق نہیں سکھاتا لیکن یہ ضرور بتاتا ہے کہ کسی بھی چیز کا غیر متوازن اور خلاف فطرت استعمال ہمارے لئے مہلک ہے۔ انٹرنیٹ کی روز بروز بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر مسلم کمیونٹی نے لاتعداد اچھی ویب سائٹس بنائی ہیں۔ اگر ہم صرف ”مسلم آن لائن“ بن کر انٹرنیٹ سے فائدہ اٹھائیں تو یقیناً اس ٹیکنالوجی کے مثبت اثرات سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں جبکہ اس طریقے سے ہم آپس میں متحد بھی رہ سکتے ہیں۔ خود ہی اپنا تجربہ یہ کر لیجئے کہ انٹرنیٹ کا بے جا اور غلط استعمال معاشرتی ترقی میں معاون ہے یا مزاحم!

ماہ جولائی میں ہونے والی تربیت گاہوں کا شیڈول

☆ یکم تا ۷ جولائی	مبتدی/ملتزم	قرآن اکیڈمی‘ کراچی
☆ ۱۵ تا ۲۱ جولائی	مبتدی تربیت گاہ	خیر آباد میاندم‘ سوات
☆ ۲۲ تا ۲۸ جولائی	ملتزم تربیت گاہ	خیر آباد میاندم‘ سوات

نوٹ: میاندم سوات کے مقام تربیت تک پہنچنے کے روٹ اور تفصیلی پتہ سے ان شاء اللہ اگلے شمارے میں مطلع کیا جائے گا۔

سفر نامہ افغانستان (6)

تنظیم اسلامی کے وفد کے حالیہ دورۂ افغانستان کی لمحہ بہ لمحہ روداد

اگلے دن صبح آٹھ بجے وزیر زراعت ملا عبداللطیف منصور صاحب سے ملاقات تھی جو بروقت تشریف لے آئے۔ موصوف صوبہ پکتیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ خوش مزاج ہیں اور سادہ طبیعت ہے۔ اردو روانی کے ساتھ بولتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بعض لوگ تلوار سے جبکہ بعض قلم سے جہاد کرتے ہیں' بہرحال ہر ایک کا اپنا اپنا مقام و مرتبہ اور ثواب ہے۔ انہوں نے امیر محترم سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ میں نے آپ کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا

> ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کتاب ''خطباتِ خلافت'' کے مطالعہ کے بعد ہم قربِ قیامت سے متعلق احادیث نصاب میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں: افغان وزیر تعلیم

ہے۔ اپنے بارے میں مزید بتایا کہ میرا تعلق جلال الدین حقانی صاحب کے گروپ سے تھا۔ اب الحمدللہ وہ اور میں امارت اسلامی کی خدمت کر رہے ہیں۔ امیر محترم نے کہا کہ ہماری شدید خواہش تھی کہ حقانی صاحب سے ملاقات ہو جاتی مگر وہ اپنے گاؤں چلے گئے ہیں۔ عبداللطیف صاحب نے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ جو بھی مخلص جہادی کمانڈر ہیں وہ ضرور ہم سے تعاون کریں گے' جیسا کہ موجودہ وزراء بھی اکثر و بیشتر جہادی گروپس ہی سے متعلق تھے۔ انہوں نے کہا کہ ملا ربانی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں سے سختی کا معاملہ کرنے کا کہا ہے' اس لئے کہ جب آپ نرم ہوں گے تو یہ آپ کو ختم کرنے کے درپے ہو جائیں گے جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کی نرمی اور کمزوری کی وجہ سے مسئلہ کشمیر اور فلسطین ۵۰ سالوں سے یو این او کے دفتروں کے دھکے کھا رہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ امت مسلمہ کے اختلافات ختم ہوں۔ ہمارے لئے نجات اور برکت کا راستہ بیعت کا طریقہ ہی ہے۔

زراعت کے منصوبے یہی ہیں کہ غیر آباد زمینوں کو زیادہ سے زیادہ زیر کاشت لایا جائے' جس کے لئے ڈیم بنانا اور انوسٹمنٹ کرنا ہے۔ جب وزیر صاحب سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا کوئی غیر افغانی زمین خرید سکتا ہے تو موصوف نے بتایا کہ ہم نے ایک الگ ادارہ ''امور سرمایہ کاری'' بنا دیا ہے جو ان معاملات پر غور کر رہا ہے۔ ویسے قندھار میں ایک پاکستانی تاجر نے سٹیل مل کا آغاز کیا ہے۔ اسی طرح انڈسٹریل ایریا میں زمین قیمتاً بھی مل رہی ہے۔ جب یہ استفسار کیا گیا کہ آپ عالمی خلافت کا اعلان کیوں نہیں کرتے تو وزیر صاحب نے فرمایا کہ اگر ہم ایسا کریں تو اردگرد کے ممالک متوجہ ہوں گے اور دینی عناصر کو فوراً کچلنے کی کوشش کی جائے گی۔

شاھد اسلم

الحمدللہ افغانستان میں غیر شرعی قوانین کو ختم کر کے اسلامی قوانین کو رائج کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح روسی جہاد کے بعد ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یو این او نے ہرات کے گورنر اسماعیل خان کو کہا کہ ہم تمہیں ایک لاکھ فوج دیتے ہیں' تم افغانستان سے اسلحہ جمع کر دو۔ مگر یہ کام وہ نہ کر سکا۔ الحمدللہ یہی کام امارت اسلامی نے خلوص نیت اور امن و استحکام کے لئے کیا ہے' مگر آج یہی یو این او افغان حکومت اور عوام کا دشمن بن چکا ہے۔ دراصل اگر ان لوگوں کا مفاد پورا ہو تو یہ دوست ہیں ورنہ بچھو بن کر ڈنک مارتے ہیں۔ افغان قوم کے بچے' عورتیں' بڑے سب مجاہدین بن چکے ہیں لہٰذا وہ غلبہ اسلام کی جدوجہد جاری رکھیں گے۔

امیر محترم کا چونکہ کابل میں پاکستانی سفیر سے ملاقات کا وقت طے تھا لہٰذا مولوی عبداللطیف منصور صاحب سے تقریباً ایک گھنٹہ نشست رہی۔ بعد ازاں امیر محترم کے ہمراہ حافظ عاکف سعید' میجر فتح محمد' شمس الحق اور سیف اللہ پراچہ صاحبان سفارت خانے چلے گئے جبکہ وفد کے باقی ارکان کو بارہ بجے تک اجازت دے دی گئی کہ وہ بازار وغیرہ جانا چاہیں تو چلے جائیں۔ ویسے ڈپٹی وزیر تعلیم جناب عبدالسلام حنفی صاحب سے گیارہ بجے ملاقات طے ہے' جو حضرات اس میں شامل ہونا چاہیں تو وہ ہوٹل ہی میں رہیں۔ امیر محترم سفارت خانے سے واپس آئے تو انہوں نے اپنے تاثرات بیان فرمائے کہ موجودہ سفیر پڑھے لکھے اور قابل انسان ہیں۔ حکومت پاکستان کی بعض غلط پالیسیاں جو افغانستان کے حوالے سے اختیار کی جا رہی ہیں' ان پر سفیر صاحب نے تنقید کی اور طالبان قیادت کو بہترین منتظم اور بہترین فوج قرار دیا۔

گیارہ بجے عبدالسلام صاحب تشریف لے آئے۔ ان سے نشست تقریباً آدھ گھنٹہ رہی جس میں انہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ وہ ازبک ہیں اور عرصہ چار سال سے نائب وزیر تعلیم کی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ وہ بتا رہے تھے کہ ہم سائنسی و دینی علوم کو یکجا کر رہے ہیں۔ کابل میں اگرچہ سکولوں کی عمارتیں بھی تباہ ہو چکی ہیں لیکن ہم بغیر چھتوں کے سکولوں میں بھی کلاسیں لگا رہے ہیں۔ ایک استاد کی تنخواہ تقریباً ۶۰۰ روپے ماہوار ہے۔ افغانستان میں پانچ یونیورسٹیاں ہیں اور ان میں تعلیم مفت ہے۔ انہوں نے بتایا کہ افغان قوم میں منطق اور یونانی فلسفہ کی تعلیم کی طرف بہت رغبت تھی لیکن الحمدللہ ہم نے دورہ احادیث کا سلسلہ

> مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے مسئلہ کشمیر اور مسئلہ فلسطین حل نہیں ہو پا رہا ہے: افغان وزیر زراعت

شروع کیا ہے۔ امیر محترم نے سوال کیا کہ افغانستان میں شیعہ آبادی کا تناسب کیا ہے تو حنفی صاحب نے وضاحت کی کہ دس فیصد اور تقریباً ہر صوبے میں ایک آدھ تحصیل شیعہ حضرات پر مشتمل ہے۔ غور و فکر کی بات یہ ہے کہ ایران اور افغانستان دونوں کا امریکہ دشمن بنا ہے مگر پھر بھی ایران والے افغانستان سے کھچاؤ رکھتے ہیں بلکہ وقتاً فوقتاً یہاں انتشار پیدا کرنے کی کوشش بھی کرتے رہتے ہیں۔ حنفی صاحب نے بتایا کہ آپ کے پہلے وفد نے ہمیں ''خطبات خلافت'' دی تھی جس کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ ان شاء اللہ ہم قرب قیامت سے متعلق احادیث کو اپنی نصابی کتب میں شامل کر لیں گے۔ عبدالسلام حنفی صاحب نوجوان ہیں۔ دو سال پاکستان کے مدارس میں بھی تعلیم حاصل کی ہے۔

الحمدللہ کابل میں وزراء اور ذمہ داران سے ملاقاتوں کا سلسلہ اختتام کو پہنچا' اس لئے کہ وزیر خارجہ ملا وکیل احمد متوکل صاحب تین دن کے لئے اپنے گاؤں گئے ہوئے ہیں لہٰذا خواہش کے باوجود ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ تمام ساتھی ہوٹل میں اکٹھے ہو چکے تھے۔ امیر محترم نے مشورے کے بعد افغانی صاحب سے کہا کہ آج ہم قندھار واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ عبدالغفور صاحب نے ایئرپورٹ رابطہ کر کے بتایا کہ تین یا چار بجے آپ کے لئے طیارہ روانہ ہوگا' دوپہر کے کھانے سے پہلے ہم قبرستان شہداء الصالحین

(باقی صفحہ ۷ پر)

کاروان خلافت منزل بہ منزل

نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کا دورۂ گوجر خان

تحصیل گوجر خان کے وارڈ نمبر ۷ میں العابد مسجد جو پانچ مرلہ کے رقبہ میں زیر تعمیر ہے اور اس کے ساتھ گیارہ مرلے کا ایک پلاٹ بھی منسلک ہے' اس کے متولی سید محمود شاہ گیلانی نے یہ مسجد اور جگہ دین حق ٹرسٹ کے نام غیر مشروط طور پر منتقل کر دی۔ شمس الحق اعوان صاحب نے جو حلقہ پنجاب (شمالی) میں دین حق ٹرسٹ کے نمائندے بھی ہیں' نے مذکورہ مسجد کا انتظام انجمن خدام القرآن گوجر خان جو حال ہی میں قائم ہوئی ہے' کے حوالے کر دیا۔ انجمن نے قرآن کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے مسجد العابد کو جامع مسجد بنانے کا فیصلہ کیا اور خطبۂ جمعہ کے آغاز کے لئے نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب کو مدعو کیا۔ انہوں نے ماہ ربیع الاول کے حوالے سے ''حضورؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ آپ نے قرآن کی آیات کی روشنی میں واضح کیا کہ وہی لوگ کامیاب ہوں گے جو حضورؐ پر ایمان لائیں گے' آپؐ کی تعظیم کریں گے' آپؐ کی مدد کریں گے اور آپؐ پر نازل ہونے والے قرآن کی پیروی کریں گے۔ ۱۳۵۰فراد نے مذکورہ خطاب سنا اور بہت متاثر ہوئے۔

نماز جمعہ کے بعد مسجد کی توسیع کے لئے جناب حافظ عاکف سعید صاحب نے سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر گوجر خان کے ممتاز خطیب مولانا عبدالمتین' قاری عبدالرشید' قاری عبداللہ اور امیر تنظیم اسلامی گوجر خان جناب مشتاق حسین بھی موجود تھے۔ ناظم حلقہ پنجاب (شمالی) شمس الحق اعوان صاحب خصوصی طور پر راولپنڈی سے تشریف لائے تھے۔ اس کے بعد سید مرتضیٰ شاہ کی رہائش گاہ پر مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے بعد نائب امیر نے رفقاء سے تعارف لیا اور سورۃ العصر کا مختصر مفہوم پیش کیا۔ دعا پر اس نشست کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام کے لئے رفقاء نے بہت محنت کی۔ (رپورٹ: ساجد حسن)

اسرہ چشتیاں کے زیر اہتمام ماہانہ شب بسری

۲۷ مئی بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد گرڈ سٹیشن چشتیاں میں تنظیم اسلامی حلقہ بہاول نگر کے امیر جناب محمد منیر احمد نے ایمان حقیقی کے موضوع پر تقریباً سوا گھنٹے کا درس دیا۔ اس درس قرآن میں سوا سو کے قریب افراد نے شرکت کی۔ نماز عشاء کے بعد ناظم شب بسری جناب محمد ذوالفقار نے درس حدیث دیا جس میں تقریباً ۳۵ افراد نے شرکت کی۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔ کھانے کے بعد رفقاء کا تعارف ہوا۔ کچھ رفقاء ہارون آباد سے بھی شب بسری کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے جن میں محمد نثار صاحب اور راجہ جاوید صاحب بھی شامل تھے۔

تعارف کے بعد ایک نئے ساتھی محمد عمران صاحب نے سورۃ العصر پر درس قرآن دیا۔ صبح تین بجے نماز تہجد ادا کی گئی۔ اس کے بعد قرآن پاک کی آخری دو سورتوں کا ترجمہ سنا گیا۔ فجر کی نماز کے بعد محمد نثار صاحب نے تقریباً آدھے گھنٹے کا درس قرآن دیا جس میں بھی تقریباً ۳۵ افراد شامل ہوئے۔ اسی پر شب بسری کے پروگرام کا اختتام ہو گیا۔

اسرہ گنوری کا ایک روزہ دعوتی پروگرام

پروگرام کا آغاز ھچکلے نامی گاؤں (ضلع دیر) کی جامع مسجد میں ۲۶ مئی بعد نماز عصر غلام اللہ خان حقانی کی تقریر ''دین اسلام کے مقابلے میں مغربی طاقتوں کی سازشیں'' سے ہوا۔ مولانا حقانی نے اسلام کو درپیش موجودہ مغربی طرز فکر کے شیطانوں کے چیلنجوں سے عوام کو خبردار کیا اور دین اسلام کے احیاء کے لئے ان میں جذبہ ایمان اجاگر کرنے کے لئے ولولہ انگیز تقریر کی۔ اس نشست میں شرکاء کی تعداد ۷۰ کے قریب تھی۔

اسی روز کی دوسری نشست نماز مغرب کے بعد منعقد ہوئی۔ اس میں مولانا غلام اللہ خان نے عبادت رب کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے منہج انقلاب نبویؐ پر بھی تفصیلی بات کی۔ اس نشست میں سامعین کی تعداد ۸۰ کے لگ بھگ تھی۔

تیسری نشست درس قرآن کی تھی جس میں اسرہ بی بیوڑ کے نقیب ممتاز بخت صاحب نے فرائض دینی کے جامع تصور پر درس قرآن دیا اور لوگوں کے سامنے تنظیم اسلامی کے طریقہ کار کی وضاحت کی۔

چوتھی نشست کا آغاز ۲۷ مئی کو نماز فجر کے بعد ہوا جس میں مولانا غلام اللہ خان حقانی نے دین کے قیام کی ضرورت پر درس قرآن دیا۔ سامعین کی تعداد چالیس تھی۔

پانچویں نشست ۷ تا ۸ بجے صبح کے دورانیے پر مشتمل تھی۔ عوام کو دین کے قیام کے لئے مسلمان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا اور اس کے قیام کا احساس عوام کے سامنے شدومد سے واضح کیا گیا۔

پروگرام کی اختتامی اور آخری نشست سوال و جواب کی تھی جس میں مولانا حقانی نے مدلل انداز میں لوگوں کے سوالات کے جوابات دیئے۔ پروگرام کے اختتام پر لوگوں میں تنظیم کا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

اس پروگرام میں دیر کے چار اسروں سے کل اٹھارہ رفقاء نے کل وقتی شرکت کی۔ (رپورٹ: لائق سید)

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام پہلا سات روزہ دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی پاکستان میں دعوتی کام کے حوالے سے جمود توڑنے کے لئے ناظم دعوت و تربیت نے رفقاء کو دعوتی ہفت روزوں کے لئے پکارا۔ چنانچہ حلقہ پنجاب (غربی) نے فوری طور پر ایسے رفقاء کی فہرست بھجوا دی جو مختلف اوقات میں سات روزہ دعوتی اسفار کے لئے تیار تھے۔ اس حوصلہ افزا صورت حال کے پیش نظر ۳ جون سے ۹ جون ۲۰۰۱ء تک کے لئے ایک قافلہ تشکیل دیا گیا۔ رفقاء قافلہ حلقہ پنجاب (شمالی) کے دفتر میں ہفتہ ۲ جون کی رات کو پہنچ گئے۔ اتوار ۳ جون صبح ۷ بجے یہ دعوتی سفر شروع کیا گیا اور تقریباً ۱۰ بجے ایبٹ آباد کے المیز ان پبلک سکول کی قیام گاہ تک پہنچ گئے۔

نماز ظہر کے بعد ذوالفقار علی نائب ناظم ہزارہ ڈویژن اور بزرگ رفیق عبدالجلیل صاحب کی رفاقت میں چاندنی مسجد چوک جلال بابا میں خطاب کا آغاز کیا گیا۔ ناظم دعوت نے سورۂ عنکبوت کی آیت کے حوالے سے دنیا کی زندگی کی حقیقت سامنے رکھی اور اس میں کامیابی کی کلید کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی۔ بعد نماز عصر ایک دوسری مسجد میں فکر آخرت کے حوالے سے انسانی زندگی کے مقصد کو واضح کیا۔ بعد نماز مغرب موتی مسجد میں عبادت رب کے موضوع پر خطاب کیا گیا۔ بعد نماز عشاء ایک تیسری مسجد میں اجازت مانگی گئی لیکن امام صاحب نے بہت دیر سے آمادگی ظاہر کی جس کے باعث اکثر نمازی حضرات جا چکے تھے لیکن پھر بھی باقی حضرات کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے رفیق محترم حکیم محمد سعید فیصل آبادی نے قرآن مجید کی عظمت بیان کی۔

۴ جون کو یہ قافلہ موسیٰ زئی کالونی میرپور گیا۔ وہاں سے واپسی پر ڈسٹرکٹ کورٹس میں تنظیم اسلامی کے تعارف پر مبنی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ بعض لوگوں کو دعوتی خطابات میں حاضری کی دعوت دی گئی۔ نماز ظہر سے قبل بازاروں میں دعوتی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

نماز عصر کے بعد قیام گاہ کے قریب جامع مسجد میں

عبادت رب پر خطاب کیا گیا۔ بعد نماز مغرب ایک دوسری مسجد میں حسب پروگرام امت کے فرائض وعظمت کے حوالے سے شہادت علی الناس پر مفصل خطاب ہوا۔ بعد نماز عشاء محسن محمود صاحب (پسر میاں محمود عالم' ناظم عمومی' قرآن اکیڈمی) نے قرآن مجید کے حقوق دوسری مسجد میں بیان کئے۔

۵ جون کو رفقاء نے نماز' وضو' غسل وغیرہ کے مسائل پر باہم مذاکرہ کیا جبکہ ناظم دعوت چند رفقاء کے ہمراہ وہ قطعۂ زمین دیکھنے چلے گئے جو تنظیم کے مقامی ذمہ دار حضرات قرآن کالج ایبٹ آباد کے لئے خریدنا چاہتے ہیں۔ نماز عصر سے پہلے اپر ملک پورہ کے بازاروں میں لوگوں سے مل کر پروگراموں کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ موتی مسجد میں امت مسلمہ کے فرائض اور طریق کار جبکہ چاندنی مسجد میں امتیوں کے فرائض کی ادائیگی کے طریق کار پر بات کی گئی اور منہج انقلاب کے مراحل بیان کئے گئے۔

۶ جون کو صبح ۶ بجے تمام رفقاء ایک دوسرے مقام منڈیاں کے قریب گورنمنٹ ٹیکنیکل کالج کی مسجد میں منتقل ہو گئے۔ نماز کے ترجمہ اور سورہ ملک کے ترجمہ اور تشریح پر باہم مذاکرہ ہوا اور پھر اردگرد کے علاقے میں پروگراموں کی تشہیر کی گئی۔ سرسید کالونی کی مسجد میں بعد نماز عصر عظمت قرآن مجید پر بیان ہوا۔ بعد نماز مغرب اسی مسجد میں اور بعد نماز عشاء میرپور کی جامع مسجد میں عبادت رب پر خطاب کیا گیا۔

۷ جون کو بعد نماز فجر مقامی مسجد میں درس دیا گیا۔ پھر مانسہرہ جانا ہوا۔ وہاں پر بازاروں میں لٹریچر دین ومذہب کا فرق اور سود کی حرمت پر مشتمل ہینڈبل تقسیم کئے گئے۔ ایک شخص نے بتایا کہ ۱۹۸۲ء میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب یہاں تشریف لائے تو عشاء کے بعد خطاب کے دوران اس کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی تھی' ڈاکٹر صاحب نے اس کے کان میں اذان دی تھی اور اس کا نام اعجاز احمد تجویز کیا تھا۔ واپسی پر پھر بعد نماز عصر' مغرب اور عشاء عبادت رب اور شہادت علی الناس اور اس کی ادائیگی کے طریق کار پر بیان ہوا۔

۸ جون کو ان تینوں موضوعات پر رفقاء نے مذاکرہ کیا اور پھر بعد نماز عصر اور مغرب شہادت علی الناس اور اس کے طریق کار پر خطابات ہوئے۔ نماز جمعہ کے موقعوں پر ایوب میڈیکل کمپلکس' جامع مسجد منڈیاں اور مقامی مسجد میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ اس دوران ابوظہبی سے آئے ہوئے دو رفقاء جناب عبدالرحمن اور جناب فضل رحیم نے رفقاء کو کھانا اپنے گھروں سے لا کر کھلایا۔ نماز عشاء سے پہلے راولپنڈی کے لئے واپسی ہوئی اور پھر ہفتے کی صبح محمد امین پنڈی گھیپ' خالد محمود اور حکیم محمد سعید فیصل آباد جبکہ ناظم دعوت اور محسن محمود لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔ عبدالسمیع' حکیم محمد سعید

اسرہ بی بیوڑ (شرقی وغربی) کی دعوتی سرگرمیاں

۱۹ مئی کو پانچ رفقاء پر مشتمل ایک جماعت بی بیوڑ سے جبلوک کے لئے روانہ ہوئی جو کہ چار کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ نماز عصر کے بعد درس قرآن ہوا جس میں انقلابی کارکنوں کے اوصاف بیان ہوئے۔ ممتاز بخت نے بڑے مدلل انداز میں درس دیا۔ نماز مغرب کے بعد ممتاز بخت نے ''دینی فرائض کا جامع تصور'' کے موضوع کو تفصیلی بیان کیا اور تنظیم اسلامی کے طریقہ کار پر بھی روشنی ڈالی۔ اس پروگرام میں ۳۵ افراد نے شرکت کی اور اس طرح یہ دعوتی پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

۲۹ مئی کو ممتاز بخت کی امارت میں ایک جماعت بی بیوڑ سے گاؤں داروڑہ' جو کہ سات کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے' روانہ ہوئی۔ داروڑہ پہنچ کر بڑی جامع مسجد میں نماز عصر کے بعد ''دینی فرائض کے جامع تصور'' پر تفصیلی بیان ہوا۔ پروگرام کے اختتام پر نوید خلافت' تنظیم اسلامی کا تعارف اور انقلابی منشور کے ساتھ سود کے خلاف ہینڈبلز بھی تقسیم کئے گئے۔ اس کے بعد دو' دو رفقاء پر مشتمل جماعت نے بازار کے دونوں اطراف کی دکانوں میں سود کے خلاف ہینڈبلز تقسیم کئے۔ نماز مغرب کے بعد دوسری مسجد میں ''دینی فرائض کے جامع تصور'' پر بیان ہوا۔ لوگوں نے ہماری حمایت کی اور اس پروگرام کو بہت سراہا اور یوں یہ دعوتی پروگرام ختم ہوا۔

۳۰ مئی کو تین رفقاء پر مشتمل ایک جماعت موضع داروڑہ روانہ ہوئی۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے جب یہ جماعت داروڑہ پہنچی تو پانی کی کمی کی وجہ سے نماز عصر باجماعت ادا کرنے کا موقع نہیں ملا۔ نماز کے بعد بازار میں دعوتی لٹریچر اور سود کے خلاف ہینڈبلز تقسیم کئے گئے۔ وقت کی کمی کے باعث نماز مغرب کا پروگرام چھوڑنا پڑا اور یہ جماعت واپس اپنے گاؤں روانہ ہوئی۔ رفقاء نے نماز مغرب راستہ میں موضع گندیگار کی ایک مسجد میں ادا کی اور اس طرح یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: عالم زیب)

KHALID TRADERS

NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

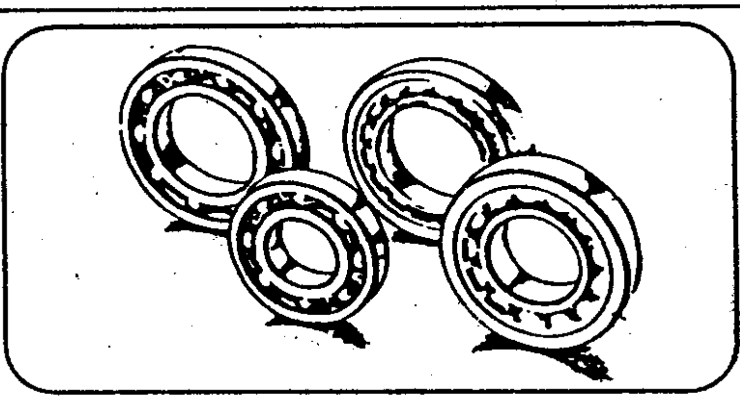

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box #. 1178 ***Phones :*** 7732952 - 7730595 ***Fax :*** 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : ***SIND BEARING AGENCY,*** 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

please the Hindus' and Americans is something that will never bear fruit. Undoubtedly, there is considerable behind-the-scenes activity. Where would General Musharraf's visit ultimately lead is uncertain at this stage, but some basic facts have emerged. There is little doubt that the US is involved in the process without making a big show of it. Washington appears to have convinced Delhi to get out of the local dispute to play a global role. A strong liberal lobby in Islamabad argues that Pakistan ought to concentrate on putting its economic house in order, instead of expending its capital and diplomacy on Kashmir. While no one can argue against strengthening Pakistan's economy, the assumptions on which this argument is based are flawed. Pakistan's economy has been drained by the ruling parasites regardless of their party and status. There is little or no evidence to suggest that, even if the Kashmir dispute were resolved and there were open trade with India, these parasites would stop sucking our blood.

This is not to argue against a resolution of the decades-old Kashmir dispute. What the General need is to go forward with clarity of purpose, which must not be retreat under the label of open-mindedness. Wishful thinking is no substitute for steadfastness. Irrespective of any flexibility, the General must know what his ultimate objective is. So far, Mr. Musharraf has not shown any sign that he knows what he is doing except retreating on our core stand in favour of soft loans from the US controlled financial institutions and a possible extension of his rule to another five years.

The sequence of events reveals astounding facts. The way this summit is being lauded in the West and particularly welcomed by the US suggests that we are at the loosing end. What the informed circles say merits immediate and deep consideration. The question is what is the real American agenda? The ultimate American objective is to eliminate nuclear program of Pakistan along with every sentiment and symbol associated with jihad or any struggle in the name of religion. In case of India, there are indications that US will accept the principle of 'critical minimum deterrence', which India is not ready to define, rather wants to keep ambiguous. US is not prepared to give this option to Pakistan. In short, apart desire to put restrictions on religious institutions and their activities, the US demand with regard to our nuclear programme is embodied in four points: nuclear program i) be practically capped; ii) be reversed to old status; iii) delivery system be controlled; and (iv) be opened for inspection by the West - under persuasion or under compulsion.

As far as the open minded approach on the Kashmir issue is concerned, it simply means to ensure face-saving for both parties. Pakistan gets neither more territory nor a better military position. India may leave some area but it should not come to Pakistan. This is to help Indian army to get out of the mire without any advantage to Pakistan. Certain areas be merged either with Pakistan or with India, while others be given semi-autonomy - administered either jointly by the two countries or by India alone or by the UN. In other words the purport is to prevent India from getting weak and Pakistan from getting strong; to have ways for pressurizing and monitoring China while allowing India get out of its present troubles. Though details are being hammered out and various possible scenarios are being examined, yet the targets are the ones as mentioned above.

In this whole game, Pakistan is subjected to economic pressure and the threat of "talibanisation," the rise of regional separatist movements and Pakistan's threatened break up into four or five states in the wake of its rejection of US plans for de-Islamising Pakistan, friendship with India and division of Kashmir. This is the real US agenda. So far, neither Pakistan nor India has fully agreed with it, yet both are being slowly pushed into the trap.

The real target of the whole scheme is Pakistan, not India. But unfortunately Pakistan's open-minded leadership, surrounded by the secular elites has no clear perception of it. It has practically accepted foreign demands for capping the only leverage i.e. the nuclear capability and controlling the much-dreaded religion. Unlike the much-vaunted flexibility, only a wisely devised strategy would promise great dividends though at the same time demand strong nerves and unflinching commitment to our ideals. For liberals it is not a sane approach to run into the Hindu or American lap in an effort to avoid the wrath of their own people. Kashmir is part of whole game against eliminating our identity as Muslims. The betrayal of Kashmir may be the next shock that the Ummah has to absorb and it might undo what the General has done so far in building his trust and this nation.

<u>مصنف کا تعارف</u>: ندائے خلافت کے انگلش صفحات پر آپ ہر ہفتہ عابد اللہ جان کا مضمون دیکھتے ہیں۔ یونیورسٹی آف لندن' برطانیہ سے سند یافتہ' عابد اللہ جان ان دنوں پشاور سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ سٹیٹسمین میں باقاعدگی سے "Behind all that glitters" کے عنوان سے ہفتہ وار کالم لکھتے ہیں۔ انٹیگریٹڈ ریجنل ڈویلپمنٹ پروگرام (IRDP) کے ایگزیکٹوڈائریکٹر ہیں۔ اس سے قبل انگریزی روزناموں فرنٹیئر پوسٹ' دی نیشن اور دی مسلم کے لئے ہفتہ وار کالم لکھتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یو ایس فش اینڈ وائلڈ لائف سروسز اور یونیورسٹی آف مین (Maine) پراجیکٹ ان پاکستان کے لئے بطور نیشنل پراجیکٹ کوآرڈی نیٹر کام کرتے رہے ہیں۔ فرنٹیئر ریسورس سنٹر کے ایگزیکٹوڈائریکٹر رہے ہیں۔

مختلف قومی اور بین الاقوامی رسائل و جرائد میں عابد اللہ جان صاحب کے اب تک 400 سے زائد مضامین شائع ہو چکے ہیں جو تعمیر و ترقی' غربت میں کمی' ماحولیاتی بندوبست اور عصری سیاست جیسے اہم موضوعات پر تحریر کئے گئے تھے۔ انہیں سماجی میدان میں کام کرنے کی وسیع اور مختلف النوع قسم کی تربیت اور تجربہ حاصل ہے۔ صحافت' انسانی صلاحیتوں کی ترقی اور ماحولیات جیسے موضوعات پر ان کی بعض اہم کتب بھی موجود ہیں۔ عابد اللہ جان اگرچہ تنظیم اسلامی میں شامل نہیں ہیں لیکن ان کی سوچ اور فکر حیرت انگیز طور پر تنظیم کی سوچ سے مطابقت رکھتی ہے۔

Abid Ullah Jan

Religion is at stake everywhere.

Any one who has watched General Musharraf's face the nation programme and his answer to the question with regard to the ideology of Pakistan, would agree that Islam is no more considered as raison d'etre of Pakistan. The signs of this are all around us. On the eve of Pak-India summit, the much-vaunted "open-minded" and "flexible" approach of General Pervez Musharraf is nothing but an evidence of the fact that Islamabad is under immense pressure, especially from the US, to end the struggle in the name of Islam and jihad. There are also signs that Pakistan's military ruler is planning an initiative, which may involve withdrawal from the demand for a referendum. Mind shifts do not occur overnight. The "flexibility" started inroads in Mr. Musharraf's attitude long before his planned visit to India. Didn't he transfer his chief of general staff, lieutenant-general Abdul Aziz, to a new post shortly before his visit to the UN last August? Aziz was involved in Kashmir policy for nearly 20 years, and his departure was a clear sign of a new approach.

Further proof of his flexible approach came during the OIC meeting in Qatar. After his meeting with Musharraf in Doha, Mir Waiz Muhammed Umar Farooq, one of the leaders of the Hurriyet Conference, said that he noted signs of a shift in Pakistan's stand on the referendum issue. The liberal intelligentsia of our English press reminded Mir Waiz and his Kashmiri brethren that Pakistan has always had an "open mind" about UN resolutions on Kashmir. This was a surprise to most Pakistanis, who have repeatedly been told, and even taught in schools, that UN resolutions are the only way to resolve the Kashmir dispute.

The sings of resignations are all around us. The need is to look at the root causes that are forcing the Pakistani elites to abandon their long-held position on Kashmir without getting anything in return? It might be battle fatigue, but we do not expect this from a General for whom the fighting is done by others. The great force behind General's open-mindedness is the secular elites, whose ideal is only material success and unbridled freedom from our religion, culture, traditions and social norms. They have now joined the western propaganda and started suffering from Taliban-phobia - a fear of the spread of "jihadi culture" in Pakistan. Infection of this phobia has led them to believe that the continuing struggle in Kashmir is bound to encourage and give even more confidence to "jihadis" in Pakistan. It is feared that it will ultimately threaten the easy lifestyle of the elites, and sweep them away. This realization is one of the driving forces in General Musharraf's re-appraisal of the Kashmir issue.

Crackdown on religious organisations within the country is a clear sign of this mindset. Deweaponisation is directed against religious groups not robbers and bandits. India already is all praises for the military government's crusade against religious institutions. This crusade has particularly gained momentum after Clinton's visit to Pakistan. No matter how we may label it, the policy shift on Kashmir is part of the whole game directed at secularising Pakistan. For whatever reasons this shift may be, it simply means, a cause abandoned and a helpless people betrayed. Is a fair deal possible without including the people of Kashmir in the dialogue that is to determine their destiny?

Some facts should not be ignored while trying to be flexible and open-minded. Firstly, the Kashmir issue cannot be brushed under the carpet of dialogue that may continue for years like the Middle East "peace-process." It urgently requires a just and final settlement that could only be brought about with the involvement of Kashmiris. Peace in Kashmir and the region could only be achieved if the process starts on the right foot by putting the people of Kashmir before any strategic, commercial or political advantage of the powerful international club or Pakistan or India. From where did the secular fundamentalists get the idea that enforcement of the UN resolutions is just one of many options, and that events had overtaken it? This is the Indians' argument. It's strange to see our leaders become spokesman for India. Nevertheless, the reality is that the Kashmiri cause is almost entirely espoused by Islamic groups. The liberals have abandoned it long ago. **Their open-mind only insists on Pakistan putting its economic house in order. Nobody can deny this necessity, but what we must remember is that it is the liberal, secular elites who have controlled Pakistan since 1947. It is their policies and unbridled greed that have brought it to its present predicament.**

Standing for the just cause might have become an anathema to the secular zealots - much because the West does not like it, and less because of their conviction that our stand is wrong - they still are mistaken if they believe that India or the West will let Pakistan develop if it were prepared to accept a solution to their liking over Kashmir. Abandoning Kashmir is like abandoning Pakistan, its raison d'etre, and its nuclear power. Pakistan's economic situation will stabilize only when the massive corruption and waste are ended. Crackdown in religious institutions at home and abandoning the cause of Kashmiris with the hope to

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 22

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

☆ اگر حساب کتاب قیامت کے روز ہوگا تو عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کی تاکید کیوں ہے؟

☆ داڑھی رکھنے پر دل آمادہ نہیں' کیا کروں؟ ☆ کیا صرف فرض رکعات کی ادائیگی سے نماز ہو جاتی ہے؟

☆ قرآن مجید کی کون سی تفسیر آسان اور عام فہم ہے؟ ☆ تصوف کے مختلف سلاسل کی ابتداء کیسے ہوئی؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س : کیا صرف فرض رکعات ادا کرنے سے نماز ہو جاتی ہے؟

ج : نماز کا جو کم سے کم تقاضا ہے' وہ تو یہی ہے کہ فرض ادا کئے جائیں۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اضافی رکعات یعنی سنتوں اور نوافل وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ درحقیقت فرض کے علاوہ جو کچھ بھی ہے' وہ نفل کے زمرے میں آتا ہے۔ بعض نوافل ایسے ہیں جنہیں حضور اکرم ﷺ زیادہ باقاعدگی سے ادا کرتے تھے' کچھ نوافل میں قدرے کم اہتمام کیا گیا جبکہ بعض کو اپنی سہولت پر چھوڑ دیا۔ اس اعتبار سے فقہاء نے سنت مؤکدہ' سنت غیر مؤکدہ اور نفل کی درجہ بندی کی ہے۔ اپنے وقت اور ہمت کے مطابق ان کو ادا کرنا چاہئے۔

س : میں داڑھی رکھنا چاہتا ہوں لیکن بقول میری بیوی کے' یہ مجھ پر اچھی نہیں لگتی۔ اس کیفیت میں دل داڑھی کو قبول نہیں کر رہا' مجھے کیا کرنا چاہئے؟

ج : آپ اس مسئلے کو اس حوالے سے دیکھیں کہ یہ حضور ﷺ کا حکم ہے۔ ایک تو یہ کہ خود حضور ﷺ کی داڑھی تھی۔ پھر تمام انبیاء داڑھی رکھتے تھے' اس لئے یہ انبیاء کی سنت بھی ہے۔ لیکن اس پر مزید یہ کہ حضور ﷺ نے حکم دیا ہے: ''مونچھیں کتراؤ اور داڑھی بڑھاؤ'' ۔اس حوالے سے آپ حضور ﷺ کے حکم پر عمل کریں۔ ان شاء اللہ رفتہ رفتہ دل بھی قبول کر لے گا اور آپ کے اردگرد تمام افراد کو بھی پسند آ جائے گی۔

س : قرآن مجید کی کون سی تفسیر آسان اور عام فہم ہے؟

ج : قرآن مجید کا فہم اور ادراک حاصل کرنے کے لئے کسی ایک شخص کی تفسیر کفایت نہیں کرتی۔ دراصل ہر شخص کا اپنا ایک زاویۂ نگاہ ہوتا ہے۔ کسی بھی شے کو ایک طرف سے دیکھنے پر آنکھ کے پردۂ بصارت پر اس کی ایک تصویر بنتی ہے جبکہ اسی شے کا مخالف سمت سے نظارہ کرنے پر اسی پردۂ بصارت پر کوئی اور تصویر بنے گی۔ لہٰذا نظر کے زاویے میں تبدیلی سے بہت سا فرق واقع ہو جاتا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے آسان اور عام فہم تو مولانا مودودی کی ''تفہیم القرآن'' ہے لیکن میرے خیال میں مولانا مودودی کی تفہیم القرآن کے ساتھ شیخ الہند مولانا محمود حسن کا ترجمہ اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے حواشی کا مطالعہ بھی کر لینا چاہئے تاکہ اس میں جو کوئی بھی کمی ہے' ان شیخین کی تفسیر کے ذریعے سے اس کی تلافی ہو جائے۔

س : تصوف کے مختلف سلاسل کی ابتداء کیسے ہوئی اور ان کا مقصد کیا ہے؟

ج : تصوف کے سلاسل کا مقصد دراصل انسان کے اندر اخلاص پیدا کرنا' اس کے باطن کی اصلاح کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا ایک روحانی ربط و تعلق پیدا کرنا ہے۔ اس مقصد کے لئے ذکر کے کچھ طریقے ایجاد کئے گئے ہیں' جن کے بارے میں اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ مسنون نہیں ہیں۔ اصلاح' تزکیہ اور قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے حضور ﷺ کا طریقہ کچھ اور تھا۔ لیکن بعض وجوہات کی بناء پر جب دور ملوکیت شروع ہو گیا تو نبی اکرمؐ کے راستے پر عمل رک گیا۔ لہٰذا مختلف صوفیا نے اس کی جگہ پر متبادل طریقے جو مختلف اذکار' مشاغل' مراقبے' چلہ کشی وغیرہ پر مشتمل تھے' ایجاد کئے۔ اس کی بنیاد پر ہر صاحب ہمت شخص نے اپنے طور پر ایک نظام وضع کر لیا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک نظام ہے جو سلسلۂ قادریہ بن گیا۔ جو شخص یہ راستہ اختیار کرے گا' وہ اسی کے مطابق ذکر کرے گا اور اسی کے مطابق سلوک کے مراحل طے کرے گا۔ بہاؤالدین نقشبند نے جو طریقہ اختیار کیا' وہ سلسلۂ نقشبندیہ بن گیا۔ اسی طرح باقی سلاسل ہیں۔ اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جس طرح اسلام کے قانونی نظام کے حوالے سے ہمارے یہاں فقہ کے چار مسالک ہیں اسی طرح تزکیہ نفس کے لئے مختلف صوفیا نے مختلف سلاسل قائم کئے ہیں۔ ان میں معروف اگرچہ چار ہی ہیں لیکن درحقیقت ان کی تعداد بے شمار ہے۔

س : اگر حساب کتاب قیامت کے روز ہوگا تو پھر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی کیوں تاکید فرمائی ہے؟ کیا یہ عذاب' حساب کتاب سے پہلے ہی شروع ہو جائے گا؟

ج : ہمارے ہاں عذاب قبر کے مسئلے پر اگرچہ منکرین حدیث نے بڑی مہم چلائی ہے لیکن یہ قرآن مجید سے بھی ثابت ہے اور احادیث سے تو بہت صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اصل میں حساب کتاب اور جزا و سزا کے حوالے سے آخری فیصلہ تو قیامت کے بعد ہی ہوگا لیکن دنیا میں انسان نے جس قسم کا عمل کیا ہے' اس کی کچھ کیفیات عالم برزخ میں اس پر طاری رہیں گی۔ اس کے بارے میں تفاصیل میں ہم نہیں جا سکتے کہ یہ کیسی ہوں گی۔ یہ ہمارے علم میں نہیں ہیں۔ لہٰذا عالم برزخ اور عالم آخرہ کے حوالے سے قرآن و حدیث میں جو مجمل باتیں آ گئی ہیں' ہمیں انہی پر اکتفا کرنا چاہئے۔ تفصیل میں جانے سے خواہ مخواہ مختلف اندیشے' وسوسے اور مباحث جنم لیتے ہیں۔ البتہ ایک بات طے ہے کہ انسان کو اس کی دنیاوی زندگی کا کوئی نہ کوئی عکس اس کی موت کے بعد قبر ہی میں دکھا دیا جائے گا۔ سورۂ فرقان میں فرمایا گیا: ''قیامت کے دن اس کے لئے عذاب دگنا کر دیا جائے گا''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے بھی عذاب کی کوئی نہ کوئی کیفیت ہوگی۔ اسی طرح حضور ﷺ کی وہ حدیث بھی بڑی معروف ہے جس کے مطابق ہر قبر یا تو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہوتی ہے یا پھر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ انسان جیسے ہی قبر میں داخل ہوتا ہے وہاں ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اس کھڑکی سے یا تو جنت کی طرف سے ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں یا جہنم کی طرف سے آگ کی لپٹیں آتی ہیں۔ تاہم اصل جنت یا اصل دوزخ میں داخلہ بہرحال قیامت کے بعد ہی ہوگا۔